جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۱ھ نومبر ۲۰۱۰ء

بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

مزارات اولیاء کرام دھماکوں کی زد میں.....	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	3
درس قرآن کریم.....	// // //	12
درس حدیث.....	مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ	14
ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ.....	حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی	16
دینی مدارس اور ان کا نصاب تعلیم.....	فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ	18
علماء دین متین اور داعیان راہ مستقیم کی خدمت میں...	مولانا عزیز الرحمٰن مدظلہم دارالعلوم کراچی	28
حج مقبول کی علامتیں.....	مفتی محمد حنیف خالد جامعہ دارالعلوم کراچی	37
احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج تحقیقی جائزہ....	مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی	40
اخبار الجامعہ.....	مولانا محمد آصف چنیوٹی	46

☆☆☆☆☆☆☆

www.alhaqqania.org

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

مزارات اولیاء کرام دھماکوں کی زد میں

بعد الحمد والصلوۃ ایک عرصہ سے ملک دشمن اور مخالفین دین وطن عزیز میں بدامنی اور دہشت گردی پھیلانے میں مصروف ہیں یہ لوگ بلاشبہ خوف خدا سے عاری اور ملک ودین کے دشمن اور انسانیت سے کوسوں دور ہیں ملک میں دہشت گردی کی لہر اگر چہ کافی مدت سے چل رہی ہے اور اس کے نتیجہ میں وطن عزیز اور باشندگان مملکت کو بے حد نقصان پہنچ رہا ہے، حتیٰ کہ بہت سے شہریوں کی قیمتی جانیں بھی تلف ہوئیں اور املاک کو بھی تباہ وبرباد کیا گیا، جو لوگ بھی اس میں ملوث ہیں وہ یقیناً تخریب کار اور سازشی ہیں آئے دن مختلف قسم کی سازشوں کا جال بچھاتے رہتے ہیں جس سے ملک میں افراتفری کی فضاء قائم رہے اور لوگ چین وسکون اور سکھ کا سانس نہ لے سکیں ۔اب ان بے دین افراد اور ملک دشمن عناصر نے ملک میں مذہبی فساد کرانے اور فرقہ وارانہ فساد کرانے کے لیے مزارات اولیاء کرام پر حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے کچھ عرصہ قبل لاہور میں حضرت اقدس ہجویری قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حملہ کیا تھا پھر کراچی میں حضرت عبداللہ شاہ کے مزار پر حملہ ہوا اور اب حال ہی میں ۲۵/اکتوبر ۲۰۱۰ء سوموار کے روز صبح فجر کی نماز کے بعد قطب دوراں حضرت اقدس خواجہ فریدالدین شکر گنج رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقدس مزار پر حملہ کر کے بہت سی قیمتی جانوں کو تلف کر دیا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

روزنامہ اسلام کی خبر کے مطابق اس بم دھماکہ سے ۸/افراد جاں بحق اور ۲۵/زخمی ہوئے ،لوگ فجر کی نماز پڑھ کر جارہے تھے کہ مشرقی دروازے کے قریب کھڑی موٹر سائیکل دھماکے سے پھٹ گئی، دس کلو بارودی مواد ریموٹ کنٹرول سے اڑایا گیا عینی شاہدین کے مطابق ملزم حلیہ سے پنجابی لگتے تھے ۔

اس حادثہ فاجعہ سے پاکپتن ہی نہیں پورا ملک متاثر ہوا ہے ، ملک کی تمام تنظیموں ، جماعتوں اور مکتب فکر نے اس کی شدید مذمت کی ہے، حکومت کے لیے یہ حادثہ یقیناً بڑا چیلنج ہے،

بدامنی کے ایسے شدید واقعات سے حکومت وقت کی نا اہلی سامنے آجاتی ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں قیام امن اور شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کے لیے اپنی ذمہ داری پوری کرے، اور ملک میں قیام امن کو یقینی بنائے۔

تخریبی عناصر کی بہت عرصہ سے یہ ناکام کوشش چل رہی ہے کہ ملک کے دو بڑے مکتب فکر دیوبندی بریلوی میں تصادم کرا کے ملک میں خانہ جنگی کرادے یہ حادثہ بھی اسی مکروہ سلسلہ کی کڑی ہوسکتا ہے، لیکن یہ ان کی بھول ہے کیونکہ تمام اولیاء کرام ان دونوں مکتب فکر کی مشترکہ متاع اوران کے لیے یکساں قابل احترام ولائق عظمت ہیں، پھر جہاں تک حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ تعالیٰ کی قابل قدر ہستی کا معاملہ ہے تو اہل سنت والجماعت کے دونوں مکتب فکر دیوبندی وبریلوی اپنے روحانی سلسلۂ چشتیہ میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے ہی منسلک ہیں، کیونکہ آپ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اور صابریہ دونوں ہی کے شیخ اور مقتدا ہیں، اس طرح آپ کی ذات گرامی ہر دو مکتب فکر کے لیے یکساں قابل احترام ہے۔ ہم اس واقعہ کی شدید مذمت اور حکومت پاکستان وزیر اعلیٰ پنجاب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ملزمان کو قرار واقعی سزا دیں اور اس واقعہ کے پس منظر میں پوشیدہ سازش اور خفیہ ہاتھ کو بے نقاب کرے اور ساتھ ہی دیوبندی بریلوی دونوں مکاتب فکر سے بطور خاص درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے مثالی اتحاد واتفاق سے مسلکی ومذہبی منافرت اور بین المسلکی فساد کرانے کی مکروہ سازش کو حسب سابق ناکام کر کے ملک میں امن وامان کی فضا قائم کرنے کا مثالی کردار ادا کریں اور اپنے قول وفعل اور طرز عمل سے ملک دشمن عناصر کو فائدہ اٹھانے کا کسی طرح بھی کوئی موقع فراہم نہ کریں امید ہے کہ اس درخواست کو پذیرائی حاصل ہوگی اور ان شاء اللہ تخریب کار عناصر ہمیشہ کی طرح خائب وخاسر ہوں گے ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قائم رکھے اور حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے فیوض وبرکات سے اس دھرتی کے مسلمانوں کو صحیح طور پر فیض یاب ہونے اور ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے حکومت وقت کو ملک وملت کے تحفظ اور مسلمانوں کے جان ومال وعزت کی حفاظت کی ذمہ داری صحیح معنی میں پوری کرنے کی توفیق دے، آمین۔

موقع کی مناسبت سے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہاں حضرت اقدس خواجہ فریدالدین چشتی شکر گنج رحمہ اللہ کے مختصر اور مبارک حالات کا بھی تذکرہ کر دیا جائے تا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے مبارک تذکرہ کی برکت سے ہمیں حضرات اولیاء سے اور زیادہ تعلق قائم ہو اور ہمیں ان کی تعلیمات کے اپنانے کی سعادت حاصل ہو سکے اس موضوع پر حضرت خلیق نظامی مرحوم کی مشائخ چشت اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مشائخ چشت اور مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کی تاریخ دعوت وعزیمت وغیرہ بڑی مستند اور مفید کتابیں ہیں ۔ہم قدرے حذف واختصار کے ساتھ تاریخ دعوت وعزیمت سے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے مختصر حالات ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تفصیل کے لیے قارئین کرام اصل کتب سے مراجعت فرمائیں۔

الشیء بالشیء یذکر کے قبیل سے احقر عرض گذار ہے کہ آج سے تقریباً ۳۱ رسال قبل ۱۴۰۰ھ میں احقر حضرت اقدس والد ماجد مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ کے ساتھ ملک کی بڑی دینی درس گاہ اور جامعہ میں حاضر ہوا،حضرت والد صاحب کے حکم پر درس حدیث میں شرکت کے لیے دارالحدیث میں حاضر ہوا،اس وقت اس جامعہ کے صدر مدرس وشیخ الحدیث جو ایک عظیم محدث اور معقول ومنقول کے جامع اور سب کے بڑے تھے احقر نے بچپن سے ان کا نام سنا ہوا تھا اور دل میں ان کی بڑی عظمت تھی اپنے دور میں حدیث کے وہ بڑے امام تھے اس لیے انہوں نے بڑی زبردست علمی تحقیقات اور نکات پیش کیے اور تحقیق وتدقیق کا حق ادا فرمایا، سبق کے ضمن میں مزارات کا ذکر بھی آ گیا،حضرات اولیاء کرام کے مزارات پر جو حالات ہو رہے ہیں ان پر نقد وتبصرہ کے دوران انہوں نے بعض نام نہاد رسمی پیر اور مزارات کی تردید فرمائی ۔ حضرت خواجہ فریدالدین مسعود شکر گنج کا تذکرہ بھی نہ معلوم کس طرح آ گیا،حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ان کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا احقر کو بے حد تعجب ہوا اور بڑی حیرت بھی احقر چونکہ حضرت والد گرامی رحمہ اللہ کی خدمت اور صحبت میں رہنے کی وجہ سے جانتا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے سربراہ ہیں اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ،

حضرت خواجہ غلام صابر کلیری رحمہ اللہ دونوں آپ کے ہی عظیم خلفاء ہیں اور یہ کہ حضرات اکابر علماء دیوبند چشتی صابری ہیں اس لیے احقر نے ایک طالب علم کے ذریعہ عرض کیا کہ حضرت خواجہ صاحب تو علماء دیوبند کے شیخ اور بزرگ ہیں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے تعلیم الدین اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ مشائخ چشت میں ان کا ذکر خیر فرمایا ہے لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے اپنا نقد جاری رکھا سبق کے بعد حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے احقر نے اس کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ اس وقت مزارات پر جہالت کی وجہ سے جو کچھ ہو رہا اور طریقت وتصوف کے نام پر جو دکانداری چل پڑی ہے اس کے ردعمل کے طور پر یہ صورت حال پیدا ہوگئی ہے جس کا تمہیں اندازہ نہیں اس لیے تمہیں محسوس ہوا اور ہونا چاہیے تھا لیکن اصل بات یہی ہے کہ یہ موجودہ حالات کا ردعمل ہے ورنہ حضرت خواجہ صاحب اولیاء کرام کے سرتاج ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرات اکابر علماء دیوبند کے مشائخ میں ہیں، اس واقعہ کے بعد احقر کو بارہا پاکپتن میں حضرت اقدس کے مزار پر حاضر ہونے کا موقع ملا اور آپ کے مزار پر انوار پر ایک روحانی سکون محسوس ہوا لیکن وہاں دوسرے حالات سے طبیعت پر ہمیشہ گرانی رہی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حالت زار پر رحم فرماویں اور ہمیں قرآن وسنت کے مطابق چلنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاء کرام سے محبت اور ان کی اتباع کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ احقر قارئین اور حضرت اقدس خواجہ صاحب کے مبارک اور پاکیزہ حالات اور تذکرہ کے درمیان اب زیادہ دیر حائل نہیں رہنا چاہتا اس لیے اب آپ حضرت کے حالات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مجدد اور آدم ثانی ہیں، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی اور حضرت شیخ علاء الدین علی صابری کلیری رحمہما اللہ آپ کے ہی عالی مرتبت خلیفہ ہیں جن کے ذریعہ ہندوستان میں آپ کا سلسلہ پھیلا اور چشتیہ نظامیہ و چشتیہ صابریہ کے نام سے ان دونوں سلسلوں سے جاری ہونے والا فیض اب بھی برابر جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک

جاری رہے گا ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت خواجہ فریدالدین کا نام نامی اسم گرامی مسعود اور لقب فریدالدین تھا لیکن آپ گنج شکر کے لقب سے مشہور تھے، آپ نسباً فاروقی ہیں آپ کے جد محترم قاضی شعیب تاتاریوں کے ہنگامہ میں کابل سے لاہور تشریف لائے کچھ عرصہ قصور میں قیام فرمایا قصبہ کھنیوال کی جاگیر اور عہدۂ قضا عطا ہوا، حضرت خواجہ صاحب کی ولادت باسعادت اسی قصبہ میں ۵۶۹ھ میں ہوئی بچپن میں ملتان کا سفر کیا اور شہر کے اساتذۂ کرام سے دینی تعلیم حاصل کی یہیں ۵۸۴ھ میں حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی آپ نے ان سے بیعت کا شرف حاصل کیا، تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ شیخ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے، شیخ کی اجازت سے ہانسی میں قیام فرمایا اور شیخ کی وفات کے بعد ان کے جانشین قرار پائے، لیکن قیام ہانسی میں ہی رکھا جب وہاں شہرت ہوئی تو اپنے قدیم وطن کھنیوال نزد ملتان کا رخ فرمایا لیکن چونکہ آپ کی شہرت دور دراز تک ہو رہی تھی اس لیے آپ نے ضلع منٹگمری کے ایک قصبہ اجودھن (جو بعد میں پاکپتن کے نام سے مشہور ہوا) کو قیام کے لیے منتخب فرمایا یہ جگہ اگرچہ انتہائی غیر معروف تھی لیکن یہاں بھی بہت جلد رجوع ہوا اور ہر طرف ہجوم ہی ہجوم ہو گیا آنے والوں کا سلسلہ ختم ہونے کو نہ آتا، آدھی رات تک دروازے کھلے رہتے، ابتداء قیام میں یہاں ایک عرصہ تک آپ نے نہایت تنگی اور فقر و فاقہ کی زندگی گزاری کچھ عرصہ کے بعد یہ حال ہوا کہ دن رات مطبخ شاہی گرم رہتا اور آدھی رات تک کھانے والوں کا سلسلہ قائم رہتا، آپ سب آنے والوں پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے اور سب کے لیے آپ کا سلوک یکساں تھا کسی کے ساتھ کوئی فرق نہ تھا، آپ کی مقبولیت عنداللہ وعندالناس کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ سلطان ناصرالدین محمود کا پورا لشکر زیارت کے لیے حاضر ہوا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق ہجوم قابو سے باہر ہو گیا، آخر کار خدام نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ حضرت خواجہ کے پیرہن کی آستین بالاخانہ سے لٹکا دی، اہل لشکر آتے اور اسے بوسہ دیتے یہاں تک کہ وہ آستین تار تار ہو گئی، سلطان ناصرالدین کا نائب السلطنت غیاث الدین بلبن

کچھ نقد اور چار گاؤں کا فرمان لے کر حاضر ہوا، نقد اور فرمان پیش کیا شیخ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ نقد تو ہم کو دیدو اور فرمان واپس لے جاؤ کہ اس کے طالب بہت ہیں یہ کہہ کر ساری رقم اسی وقت درویشوں میں تقسیم کر دی۔ سلطان غیاث الدین آپ سے بے حد عقیدت رکھتا تھا ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کے اصرار پر اسے عجیب سفارشی رقعہ تحریر فرمایا جو سفارش اور بے نیازی کا مرقع ہے، اس میں تحریر فرمایا:

میں اس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اگر آپ اس کو کچھ دیں گے تو حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور آپ مشکور ہوں گے اور اگر آپ نہ دیں گے تو اس کا مانع اللہ تعالیٰ ہوگا اور آپ معذور ہوں گے۔

حضرت خواجہ فرید الدین کی زندگی کا اصل جوہر اور معاصرین میں ان کا امتیاز وہ ذوق وشوق اور درد و عشق اور جذب الٰہی و خدا مستی ہے جس نے حضرت خواجہ نظام الدین و حضرت علاء الدین علی صابری جیسے عاشقوں اور دردمندوں کی تربیت کی، اور جو اجودھن کی اس دکان عشق کا خاص سودا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین ایک روز کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ کبیر (حضرت خواجہ فرید الدین) حجرے میں تھے، سر برہنہ تھا اور چہرے کا رنگ متغیر، حجرے میں والہانہ کیفیت میں پھرتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم — خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود دختہ ز کونین توئی — از بہر تو میرم از برائے تو زیم

(میری آرزو ہے کہ ہمیشہ آپ ہی کا ہو کر جیوں، خاک ہو جاؤں اور آپ کے قدموں کے نیچے زندگی گزرے، مجھ مسکین و بے چارے کا دونوں جہان میں مقصود آپ ہی ہیں، آپ ہی کے لیے جیتا ہوں، آپ ہی کے لیے مرتا ہوں)

یہ شعر پڑھ کر سجدے میں سر رکھ دیتے تھے، پھر یہی شعر پڑھتے تھے اور حجرے کا چکر لگاتے تھے، پھر سجدے میں پڑ جاتے تھے دیر تک یہی کیفیت رہی۔ صاحب سیر الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین کی روایت سے وفات کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

''محرم کی پانچ تاریخ کو بیماری میں شدت ہوئی ،عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی ،نماز کے بعد بے ہوشی طاری ہوگئی ۔ایک گھڑی کے بعد ہوش آیا تو دریافت کیا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ؟لوگوں نے عرض کیا کہ پڑھ لی ہے ۔فرمایا دوبارہ پڑھ لوں کیا خبر کیا ہو؟ دوبارہ نماز پڑھی اور پھر بے ہوش ہوگئے اس مرتبہ بے ہوشی زیادہ سخت اور طویل تھی ،پھر ہوش آیا اور پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ؟عرض کیا گیا کہ دوبار پڑھ چکے ہیں ،فرمایا کہ ایک بار اور پڑھ لوں کون جانے کیا ہو؟ تیسری مرتبہ پھر پڑھی اس کے بعد واصل بحق ہوئے''۔

تاریخ وفات ۵ محرم روز سہ شنبہ ۶۶۴ھ ہے ۔اجودھن (پاک پٹن) میں مدفون ہوئے بعد میں سلطان محمد تغلق نے گنبد تعمیر کیا۔

حضرت خواجہ کے پانچ فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں ۔فرزندوں کے نام یہ ہیں ۔شیخ نصر الدین نصر اللہ،شیخ شہاب الدین ،شیخ بدرالدین سلیمان،خواجہ نظام الدین ،شیخ یعقوب ، صاحبزادیوں کے نام بی بی مستورہ،بی بی فاطمہ،بی بی شریفہ۔

حضرت خواجہ کی وفات کے بعد ان کے تیسرے صاحبزادے شیخ بدرالدین سلیمان باپ کے سجادہ پر بیٹھے ۔ان کے فرزند وسجادہ نشین شیخ علاء الدین اجودھنی تقدس واتقا میں مشہور تھے ۔محمد تغلق بھی ان کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوگیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے روحانی سلسلہ کی طرح حضرت خواجہ کی اولاد اور خاندان کو بھی بڑی برکت عطا فرمائی ،ہندوستان کے مختلف حصوں میں یہ خاندان آباد ہے اور بالعموم فریدی کہلاتا ہے ۔

حضرت خواجہ کے خلفاء میں پانچ حضرات بطور خاص قابل ذکر ہیں:

شیخ جمال الدین ہانسوی،شیخ بدرالدین اسحٰق،شیخ نظام الدین اولیاء،شیخ علی احمد صابر اور شیخ عارف رحمہم اللہ تعالیٰ ۔شیخ جمال الدین (احمد بن محمد) خطیب ہانسوی حضرت خواجہ کے بڑے عزیز خلیفہ ومعتمد خاص تھے ۔انہیں کی خاطر حضرت خواجہ نے ۱۲ سال ہانسی میں قیام فرمایا تھا،آپ جب کسی کو خلافت نامہ لکھ کر دیتے تو فرماتے تھے ہانسی جا کر شیخ جمال الدین کو دکھا دینا، اگر شیخ جمال الدین صاد فرماتے تو آپ بھی اس کو قبول فرماتے ،اگر وہ صاد نہ کرتے تو آپ بھی

نامنظور فرماتے اور فرماتے کہ جمال کا پھاڑا ہوا سیا نہیں جاسکتا، فرماتے تھے کہ جمال میرا جمال ہے۔ شیخ جمال الدین نے اپنے شیخ کی زندگی میں ۶۵۹ ھ میں انتقال کیا، شیخ قطب الدین منور (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے عزیز خلیفہ) ان کے پوتے ہیں۔

شیخ بدرالدین اسحٰق بن علی سادات بخارا میں سے تھے۔ حضرت خواجہ فریدالدین کے خلیفہ، خادم اور داماد تھے، حضرت خواجہ نظام الدین ان کی بڑی عزت کرتے تھے، اپنے شیخ کی صحبت وتعلیم کا نمونہ تھے آنکھیں ہمیشہ پرآب رہتی تھیں، رقت کا بڑا غلبہ تھا جس سے ضعف بصارت ہوگیا تھا، کسی نے کہا کہ آپ ذرا آنسو روکیں تو میں آپ کے استعمال کے لیے سرمہ بنادوں۔ فرمایا کہ آنکھوں پر میرا قابو نہیں، ان کی عبادت وریاضت کو دیکھ کر شیخ کبیر کی یاد تازہ ہوتی تھی، نہایت جید الاستعداد اور فاضل اجل تھے، مدت تک دہلی کی مشہور درس گاہ مدرسہ معزیہ میں درس دیا، تکمیل علم کے لیے بخارا تک کا سفر کیا، فارسی وعربی میں بلاتکلف آبدار شعر کہتے تھے، مضامین علمیہ کو نظم کرنے کی خاص قدرت تھی، صرف کے مسائل میں ایک منظومہ رسالہ ہے۔

خواجہ محمد امام اور خواجہ محمد موسیٰ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے امام نماز تھے، انہیں کے صاحبزادے تھے، ۶ رجمادی الاخریٰ ۶۹۰ ھ میں وفات پائی۔

شیخ عارف کو حضرت خواجہ نے خلافت دے کر سیوستان روانہ کیا تھا انہوں نے حضرت خواجہ کو خلافت نامہ واپس کیا اور عرض کیا کہ یہ کام بہت نازک ہے، یہ مسکین اس کار عظیم کا اہل نہیں، مجھے آپ کی دعا اور عنایت کافی ہے، پھر آپ کی اجازت سے حج بیت اللہ کو گئے اور واپس نہ آئے۔

سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین پہلے چشتی شیخ ہیں جن کے اثرات (ان کی زندگی میں سارے ہندوستان میں پھیلے اور جنہوں نے ہندوستان کے اسلامی معاشرہ اور ہر طبقہ کو متاثر کیا اور حکومت سے لے کر عوام وغرباء تک کو اپنے حلقہ عقیدت واثر میں لیا، اسی کے ساتھ وہ ہندوستان کے پہلے شیخ طریقت اور روحانی مرشد ہیں جن کے حالات سب سے زیادہ تفصیل ووضاحت اور استناد کے ساتھ ملتے ہیں۔

شیخ کبیر علاء الدین علی بن احمد صابر نسباً اسرائیلی تھے، ترک وتجرید اور زہد ومجاہدہ میں

ان کی نظیر نہ تھی، پیران کلیر میں عرصہ تک عبادات وافادہ میں مشغول رہ کر ۱۳ ربیع الاول ۶۸۹ھ یا ۶۹۰ھ میں وفات پائی حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی آپ ہی کے خلیفہ تھے۔

اس سلسلہ (صابریہ چشتیہ) میں بڑے بڑے نامور مشائخ عارف ومحقق ومصلح پیدا ہوئے مثلاً حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولوی رحمہ اللہ جن کی ذات بابرکات کو بعض اہل نظر نے نویں صدی کا مجدد بھی شمار کیا ہے، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ محب اللہ آبادی، شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہم اللہ ہمارے اس دور میں اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ سے حفاظت وتجدید دین کا عالمگیر کام لیا، اور اس وقت سب سے زیادہ وسیع متحرک وفعال یہی سلسلہ ہے، دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم کی تعلیمی خدمت اور مولانا تھانوی کی تصنیفات ومواعظ سے اور پھر آخر میں مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی تحریک دعوت وتبلیغ سے اس سلسلہ کے فیوض عالمگیر ہوئے، پروفیسر خلیق احمد نظامی نے تاریخ مشائخ چشت میں صحیح لکھا ہے کہ ''گزشتہ صدی میں کسی بزرگ نے چشتیہ سلسلہ کے اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا جس طرح مولانا محمد الیاس نے کیا تھا'' (ص ۲۳۴)

آج بھی رائے پور میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کی خانقاہ سلسلہ چشتیہ کی قدیم خانقاہوں کی یکسوئی، سرگرمی، یاد حق کی مشغولی اور درد ومحبت کی یاد تازہ کرتی ہے (افسوس ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد یہ خانقاہ بھی گزشتہ خانقاہوں کی فہرست میں شامل ہوگئی، کل شیء ھالك الا وجھہ۔ ع عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۶ ص ۵۹۹ میں ہے:

قرآن کے مختلف حصص کے مطالب ایک دوسرے سے بالکل متفاوت ہیں، بہت سی آیات دینی واخلاقی خیالات پر مشتمل ہیں، مظاہر قدرت، تاریخ، الہامات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اس میں خدا کی عظمت، مہربانی اور صداقت کی یاددلائی گئی ہے، بالخصوص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے خدا کو واحد اور قادر مطلق ظاہر کیا گیا ہے، بت پرستی اور مخلوق پرستی کو بلا لحاظ ناجائز قرار دیا گیا ہے، قرآن کی نسبت یہ بالکل بجا کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا بھر کی موجودہ کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔

انگلستان کے نامور مؤرخ ڈاکٹر گبن اپنی مشہور تصنیف (سلطنت روما کا انحطاط وزوال) کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں:

قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے، قانون اساسی ہے، اور صرف اصول مذہب ہی کے لیے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لیے اور قوانین کے لیے بھی ہے جن پر نظام کا مدار ہے، جن سے نوع انسان کی زندگی وابستہ ہے، جن کو حیات انسانی کی ترتیب وتنسیق سے گہرا تعلق ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سب پر حاوی ہے، یہ شریعت ایسے دانش مندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اس جگہ مستشرقین یورپ کے اقوال واعترافات کا استیعاب کرنا نہیں کہ اس کی گنجائش نہیں، نمونہ کے طور پر چند اقوال نقل کیے گئے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ باعتبار فصاحت وبلاغت کے اور باعتبار اغراض ومقاصد کے اور باعتبار علوم ومعارف کے قرآن کے بے نظیر وبے مثل ہونے کا اقرار صرف مسلمانوں نے نہیں ہر زمانہ کے منصف مزاج غیر مسلموں نے بھی

کیا ہے۔

قرآن نے ساری دنیا کو اپنی مثال لانے کا چیلنج دیا تھا اور کوئی نہ لا سکا، آج بھی ہر مسلمان دنیا کے ماہرین علم وسیاست کو چیلنج کر کے کہہ سکتا ہے کہ پوری دنیا کی تاریخ میں ایک واقعہ ایسا دکھلا دو کہ ایک بڑے سے بڑا ماہر حکیم فیلسوف کھڑا ہوا اور ساری دنیا کے عقائد ونظریات اور رسوم وعادات کے خلاف ایک نیا نظام پیش کرے اور اس کی قوم بھی اتنی جاہل گنوار ہو، پھر وہ اتنے قلیل عرصہ میں اس کی تعلیم کو بھی عام کر دے اور عملی تنفیذ کو بھی اس حد پر پہنچا دے کہ اس کی نظیر آج کے مضبوط ومستحکم نظاموں میں ملنا ناممکن ہے۔

دنیا کی پہلی تاریخ میں اگر اس کی کوئی نظیر نہیں تو آج تو بڑی روشنی، روشن خیالی، بڑی تیز رفتاری کا زمانہ ہے، آج کوئی کر کے دکھلا دے، اکیلا کوئی نہ کر سکے تو اپنی قوم کو بلکہ دنیا کی ساری اقوام کو جمع کر کے اس کی مثال پیدا کر دے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فا تقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین اگر تم اس کی مثال نہ لا سکے اور ہرگز نہ لا سکو گے تو پھر اس جہنم کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو منکروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

.....

ارشاد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

چونکہ بسم اللہ لب لباب ہے تمام قرآن پاک کا اس لئے ہر سورت کے آغاز میں اس کو لایا گیا، چونکہ مؤثر فی العالم اسم اللہ ہے لہٰذا با استعانت کی اسی پر داخل کر دی گئی اس کو با الصاق بھی کہہ سکتے ہیں (جو اتصال کے مفہوم کو ادا کرتی ہے) کیونکہ جس طرح کسی شخص سے الصاق (اتصال) اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا جائے یا اس کے پاؤں چھوئے جائیں اسی طرح الصاق باللہ، اللہ تعالیٰ سے اتصال اس کے اسماء کے ذریعہ ہوتا ہے۔ چونکہ باء الصاق (اتصال) کیلئے ہے اور الصاق اور وصول الی اللہ (خدا کی ذات تک رسائی حاصل کرنا اور اس سے وابستہ ہو جانا) شریعت مطہرہ کا مقصود ہے اور شریعت مطہرہ مقصود کتاب اللہ ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ پورے قرآن کا لب لباب بسم اللہ کی باء میں ہے واللہ اعلم۔

ارشاد: وصف ربوبیت کا تقاضا ہے پرورش، مربی کو لامحالہ پروردہ سے محبت ہوتی ہے اگر اس کی اولاد نہ ہو تب بھی ہوتی ہے لہٰذا وصف ربوبیت خداوند عالم کی لامحدود محبت کا نشان دیتی ہے نیز انسان مصیبت اور ضرورت کے وقت مربی کی طرف رجوع کرتا ہے لہٰذا یا اسم (رب العالمین) ترغیب ہے رجوع الی اللہ کیلئے۔

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن عبادة بن الصامت قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من شھد ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ حرم اللّٰہ علیہ النار ۔

ترجمہ: حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ ارشاد فرماتے تھے کہ جو کوئی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت وبندگی کے لائق نہیں ہے اور محمد اس کے رسول ہیں تو اللہ نے اس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے (رواہ مسلم)

تشریح: جیسا کہ اس سے پہلی حدیث کی تشریح میں تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے اس حدیث میں بھی توحید ورسالت کی شہادت سے مراد دعوت اسلام کو قبول کرنا، اور اس پر چلنا ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی شہادت پورے اسلام کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، جس نے یہ شہادت سوچ سمجھ کے ادا کی، درحقیقت اس نے پورے اسلام کو اپنا دین بنالیا، اب اگر بالفرض اس سے بہ تقاضائے بشریت کوئی کوتاہی بھی ہوگی تو اس کا ایمانی شعور کفارہ اور توبہ وغیرہ کے مقررہ طریقوں سے اس کی تلافی کرنے پر اس کو مجبور کرے گا، اور اس لیے ان شاء اللہ وہ عذاب دوزخ سے محفوظ ہی رہے گا۔

عن معاذ بن جبل قال کنت ردف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس بینی وبینہ الا مؤخرۃ الرحل فقال یا معاذ بن جبل فقلت لبیک یارسول اللّٰہ وسعدیک ثم سار ساعۃ ثم قال یا معاذ بن جبل قلت لبیک یارسول اللّٰہ وسعدیک ثم سار ساعۃ ثم قال یا معاذ بن جبل قلت لبیک یارسول اللّٰہ وسعدیک قال ھل تدری ما حق اللّٰہ عزوجل علی العباد قال قلت اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فان حق اللّٰہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئاً ثم سار ساعۃ ثم

قال یامعاذبن جبل قلت لبیك یارسول اللّٰہوسعدیك قال ھل تدری ماحق العبادعلی اللّٰہاذافعلواذٰلك قلت اللّٰہورسولہ اعلم قال ان لایعذبھم۔

ترجمہ:حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار تھا،اور میرے اور آپ کے درمیان کجاوے کے پچھلے حصے کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی (یعنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بالکل بیٹھا ہوا تھا کہ چلتے ہی چلتے) آپ نے مجھے پکارا اور فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیا لبیك یارسول اللّٰہ وسعدیك (یعنی میں حاضر ہوں،ارشاد فرمائیں) پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ نے فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیالبیك یارسول اللّٰہوسعدیك پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ نے فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیالبیك یارسول اللّٰہوسعدیك (اس تیسری دفعہ میں) آپ نے ارشاد فرمایا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسول ہی کو زیادہ علم ہے،ارشاد فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت وبندگی کریں،اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں،پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ نے فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیالبیك یارسول اللّٰہوسعدیك آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ جب بندے اللہ کا یہ حق ادا کریں تو پھر اللہ پر ان کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسول ہی کو زیادہ علم ہے،آپ نے فرمایا یہ کہ انہیں عذاب میں نہ ڈالے۔

تشریح:اس حدیث میں چند چیزیں قابل توجہ ہیں:حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اصل حدیث بیان کرنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار ہونے اور آپ کے پیچھے بالکل آپ سے مل کر بیٹھنے کو جس خاص انداز سے بیان کیا ہے اس کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں:ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خاص شفقت اور عنایت حضرت معاذ پر تھی اور بارگاہ نبوی میں جو خاص مقام قرب ان کو حاصل تھا وہ سامعین کے پیش نظر رہے،تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے ایک ایسی بات کیوں فرمائی جس کی عوام مسلمین میں اشاعت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روادار نہ تھے،جیسا کہ اگلی روایت میں تصریح ہے۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

O فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نیا مکان تیار ہوا ہے دو نام زیر تجویز ہیں اشرف البیوت اور بیت الاشرف آپ جو نام مناسب سمجھیں مطلع فرمائیں، میں نے لکھا ہے کہ دوسرا نام مختصر ہے وجہ ترجیح کی کسی میں نہیں لکھی اب ان کو اختیار ہے جو چاہیں رکھیں، بعض لوگ عمارات بنوا کر درخواست کرتے ہیں کہ ایسا نام تجویز کر دیجئے جس میں آپ کا نام بھی آجائے، مگر مجھے ایسا نام بتاتے ہوئے شرم آتی ہے چنانچہ نہیں بتاتا ہوں (حالانکہ ناموں کے رکھنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ باید وشاید)

O ایک صاحب نے دستی پرچہ بھیجا حضرت نے اس پر جواب لکھ کر لانے والے کے حوالے کر کے فرمایا کہ گو اس میں لکھا تھا کہ جواب خواہ زبانی دیدیا جائے یا تحریری مگر میں نے باوجودیکہ زبانی جواب سہل تھا تحریری ہی جواب دیا کیونکہ میری عادت ہے کہ تحریر کا جواب تحریر سے اور تقریر کا جواب تقریر سے دیا کرتا ہوں اس میں بہت مصالح ہیں۔

O ایک سن رسیدہ صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت کل کس وقت زیارت ہو سکے گی فرمایا کہ کل صبح کو آجایئے جب دوسرے اصحاب کو بلایا جائے تو آپ بھی مجھ کو اپنی موجودگی کی اطلاع کرا دیں۔اس پر انہوں نے کہا میں ڈھائی برس حاضر خدمت رہا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ آپ کو جو جواب دیا گیا ہے آپ اسے سمجھے یا نہیں؟ کچھ سکوت کے بعد کہا نہیں، حضرت نے جواب مکرر بیان فرما دیا انہوں نے کہا بہت اچھا اور پھر دوبارہ یہی کہا کہ میں ڈھائی برس حاضر خدمت رہا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ غالباً آپ اس سے اپنا تعارف کرانا چاہتے ہیں حالانکہ تعارف کے لیے صرف اتنا پتہ کافی نہیں نیز الماضی لایذکر، ماضی کو چھوڑیئے یہ بتایئے کہ کیا آپ نے مکاتبت وغیرہ سے تعلقات کو قائم رکھا ہے کہ تعارف رہتا، حالانکہ تعلقات کا باقی رکھنا کچھ

مشکل نہیں، اگر کم از کم ہر مہینے ایک خیریت طلب خط ہی لکھ دیا جائے تو بھی کافی ہے۔

O ایک صاحب اجازت لے کر زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور دروازہ کے قریب ایک بیٹھے ہوئے شخص سے خوب مل کر بیٹھ گئے۔ فرمایا بہت جگہ خالی ہے ادھر آرام سے بیٹھئے، افسوس ہے اس کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا کہ اس طرح بلاضرورت مل کر بیٹھنے سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے بعضے لوگ قصداً ذلیل جگہ بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حقیقی تواضع یہی ہے کوکسی کو اذیت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سب لایعنی تکلفات ہیں، جہاں فراغت کی جگہ ہو وہاں بیٹھنا چاہیے۔ اگر ہر شخص جوتیوں ہی میں بیٹھنا شروع کردے تو منتظم کے لیے ایک کام اور بڑھے کہ ہر ایک سے کہے کہ یہاں تشریف رکھئے۔ اس تصنع نے ناس کر دیا ہے نیز یہ تکلف وتصنع سنت کے بھی خلاف ہے۔

O فرمایا کہ مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی نے آنے کو لکھا تھا یاد نہیں رہا کہ آج کا دن مقرر کیا تھا یا کل کا، ایک صاحب نے کہا کہ آج ہی کا دن مقرر کیا تھا۔ اس پر حضرت نے فرمایا اپنے بھولنے پر ایک لطیفہ یاد آیا تھانہ بھون سے قصبہ کیرانہ ضلع مظفرنگر ایک برات گئی مگر طے شدہ تاریخ سے ایک روز بعد میں پہنچی لڑکی والے بہت بگڑے کہ قرارداد کے خلاف کیا انتظام میں ابتری ہوئی، نقصان ہوا۔ یہ دیکھ کر براتی گھبرا گئے براتیوں میں ایک ظریف بھی تھے وہ بولے کہ بھائی ہم تھانہ بھون سے تو اسی مقررہ دن مثلاً بدھ کو چلے تھے لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج بدھ نہیں جمعرات ہے۔ لڑکی والوں نے کہا تھانہ بھون سے یہاں تک کا راستہ چند گھنٹوں میں قطع ہو جاتا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہاں سے بدھ کو چلے اور یہاں جمعرات کو پہنچے، ظریف صاحب نے فرمایا تو پھر زمین کا پھیر معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے کہا اس کا کیا مطلب یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ظریف صاحب نے کہا اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو تھانہ بھون جا کر دریافت کر لیجئے وہاں ہر شخص آج بدھ ہی بتائے گا، بس یہ صرف زمین ہی کا پھیر ہے یہ سن کر سب ہنس پڑے اور ناراضگی ختم ہوگئی۔

O فرمایا آج کل لوگوں نے جیل میں جانا فرض اور عبادت مقصودہ سمجھ رکھا ہے کو واجبات کا اہتمام نہ ہو، کو فرائض کی فکر نہ ہو لیکن جیل میں جانے کو تیار ہیں، عموماً صرف ریا وسمعہ اس پر آمادہ کرتا ہے اگر دینی جذبہ ہوتا تو تمام امور دینیہ یکساں طور پر انجام دیے جاتے (ص ۱۱۴)

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

دینی مدارس اوران کا نصاب تعلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بڑھ کر سہرا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام اوراس کی تمام تعلیمات کا منبع اورسرچشمہ قرآن مجید ہی ہے مگر چونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اوراس کی فصاحت وبلاغت بھی نقطہ عروج پر پہنچی ہوئی ہے جس تک رسائی انسانی قویٰ کے لیے محال ہے اس لیے قرآن مجید کی مراد کا بیان کرنا حسب ارشاد ربانی لتبیین للناس مانزل الیھم (تاکہ آپ بیان کردیں اس کو جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمادیا گیا، آپ کے بیان کے بغیر مراد خداوندی کا یقینی علم حاصل نہیں ہوسکتا اس لیے قرآن فہمی اور مراد خداوندی پر اطلاع کے لیے حدیث رسول کی بھی ضرورت ہے۔

پھر چونکہ فقہ قرآن وحدیث سے حاصل شدہ مسائل کا نام ہے محض تخیلات انسانی اورذاتی قیاس آرائی کا نام نہیں ہے جیسا کہ غلط فہمی سے سمجھ لیا جاتا ہے اس لیے قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے لیے علم فقہ بھی ضروری ہوا، غرضیکہ قرآن مجید میں جس تفقہ فی الدین (دین میں سمجھ پیدا کرنا) کو لیتفقھوا فی الدین (تاکہ وہ دین میں خوب سمجھ پیدا کریں) میں امت پر فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زمانہ میں ایسے افراد امت میں ضرور موجود ہوں جن کو تفقہ کا یہ درجہ حاصل ہو، تفقہ کا درجہ ان مذکورہ تینوں علوم میں مہارت وحذاقت حاصل کیے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا اس لیے امت پر فرض ہے کہ وہ ہر زمانہ میں اپنی قدرت واستطاعت کے مطابق تعلیم کا ایسا نظم قائم رکھے جس سے ان تینوں علموں میں مہارت حاصل ہوکر تفقہ کا وہ درجہ حاصل ہوسکے جس کا باقی رکھنا امت پر فرض کفایہ ہے، تعلیم کا ایسا انتظام کیے

بغیر امت اس فرض کفایہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی ہمارے دینی مدارس میں جونصاب درس نظامی کے نام سے رائج ہے اس میں اگر چہ تقریباً بیس علوم اورفنون کی کم وبیش ستتر کتابیں شامل ہیں اوران کی تعلیم کونہایت مفید ومناسب ترتیب کے ساتھ دس سالوں پر تقسیم کردیا گیا ہے مگران میں بھی حدیث وتفسیر،قرآن اورفقہ کی کتابیں ہی اصل مقصود ہیں اورباقی دوسرے علوم وفنون کی کتابیں ان تینوں علموں کی معاون ومددگار ہیں اگر چہ بعض کوسطحی نظر سے بعض کتابوں کاعلوم دینیہ سے تعلق ظاہر نہیں ہوتا،غور سے دیکھا جائے تو درس نظامی کی سب کتابوں کوان علوم مقصودہ سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق حاصل ہے۔

اسلامی حکومت میں مدارس کانصاب

واضح رہے کہ اسلامی حکومت میں سب سے پہلامدرسہ مسجدنبوی کے اندر قائم ہوا،اس کانصاب بھی قرآن وحدیث اورفقہ کی تعلیم ہی تھا،قرآن کریم کی تعلیم سے تعلم کا سلسلہ شروع ہوا،جوتمام اسلامی تعلیمات کاسرچشمہ ہے،اصحاب صفہ کا حلقہ درس قائم ہوا جس میں ایک شخص قرآن پڑھتاتھااورحلقہ کے دوسرے حاضرین اسے توجہ سے سنتے اوریاد کرتے تھے ۔خودحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن کے علاوہ تعلیم کتاب کے منصب پر فائز تھے ،جوالفاظ کے معانی اوربیان احکام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حدیث وفقہ کی تعلیم تھی۔

جوں جوں اسلام کی اشاعت کا سلسلہ پھیلتا گیا یہ سلسلہ تعلیم قرآن وسنت مع فقہ کے وسعت پکڑتا گیا کیونکہ قرآن وسنت کی تعلیم کے معنی ہی فقہ کی تعلیم ہے اس لیے کہ فقہ ان احکام کانام ہے جوقرآن وسنت سے اخذ کیے جاتے ہیں،تواب قرآن وسنت کی تعلیم کا مطلب صرف قرآن وسنت کے الفاظ کی تعلیم نہیں ہوسکتا بلکہ قرآن وسنت سے مسائل واحکام کا استنباط واخذ کرنا ہے یہی فقہ کی تعلیم ہے نہ معلوم فقہ کے نام سے محض لوگوں کے اذہان کیوں اجنبیت محسوس کرنے لگے ہیں غرضیکہ ہرجگہ عمال کے ساتھ مستقل معلمین بھی بھیجے جانے لگے جنہوں نے مفتوحہ علاقوں میں مکاتب جاری کرکے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا،جن میں صرف قرآن مجیداورحدیث اورفقہ کی تعلیم دی جاتی تھی اس دور میں مسجدیں تعلیم گاہوں کے طور پر

استعمال ہوتی تھیں،مفتوحہ علاقوں میں جہاں کہیں مدرسہ کی ضرورت پیدا ہوتی وہاں نئی مسجد بنا دی جاتی تھی ۔پانچویں صدی ہجری سے تعلیم کے لیے مسجدوں سے الگ مستقل عمارتیں بنائی گئیں، ان عمارتوں کے ساتھ اساتذہ اور طلباء کے لیے اقامت گاہیں یعنی ہاسٹل بھی تعمیر کیے گئے،اہل علم کے لیے تنخواہیں اور طلباء کے لیے وظائف کا تقرر ہوا ان مصارف کے لیے بڑے بڑے اوقاف قائم کیے گئے ۔

بہر حال مقصد یہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک دینی نصاب تعلیم کی یہ خصوصیت اپنی جگہ پر قائم چلی آ رہی ہے اس میں قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور دوسرے علوم فنون کو ان بنیادی علوم کے تابع بنا کر مبادی کے طور پر تعلیم دی جاتی تھی۔

ہندوستان میں مدارس کا قیام

ہندوستان میں دینی مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت ''تاریخ فرشتہ'' کی رو سے ناصر الدین قباچہ نے مولانا قطب الدین صاحب کاشانی کے لیے ملتان میں بنوائی تھی جس میں پانچویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ نے تعلیم حاصل کی تھی (از نبوی نظام تعلیم)

اس کے بعد ہندوستان میں دینی مدارس کا یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا دینی مدارس کی کفالت کے لیے بڑی بڑی زمینیں وقف ہوتی تھیں،علاوہ ازیں حکومت وقت بھی ان کی کفالت کے لیے خصوصی انتظام کرتی تھیں اس لیے اس زمانہ میں چندہ کا موجودہ سسٹم رائج نہیں تھا بالآخر سلطنت مغلیہ کے زوال سے ہمارا یہ صدیوں پرانا نظام تعلیم بھی برباد ہوگیا، سلطنت برطانیہ نے زمام اقتدار سنبھالنے کے بعد قرآن وحدیث اور فقہ سے جاہل رکھنے کے لیے اپنا ایک نیا نصاب تعلیم ملک کو دیا،جس کی ابتداء بلی کتے کی کہانیوں سے ہوتی تھی جس سے طفلانہ دلچسپی کے سوا کوئی اخلاقی تعمیر سیرت کا فائدہ نہیں ہوا،البتہ انگریز نے جس نقطۂ نگاہ کے پیش نظر اس نصاب کو جاری کیا تھا اس میں وہ کامیاب ہوگیا، کہ اکثر نوجوانوں کے دلوں سے احترام مذہب جاتا رہا اور وہ اعلانیہ مذہب

کےلغواور بے کارہونے کا اظہار کرنے لگے،مذہب سے بیگانگی اورلاتعلقی اس نصاب کا خاصۂ لازمہ تھا جوشخص اس سے بچاوہ اپنی فطری صلاحیتوں اورزیادہ تر اپنے ماحول اورپرانے طرزتعلیم کے اثرات کی وجہ سے بچارہا۔

علماءکرام نے جب یہ دیکھا کہ سرکاری مدارس کے نصاب تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کومذہب اسلام سے بیگانہ اوربرگشتہ کیاجارہاہےتوانہوں نے دین اسلام کی حفاظت کے لیے دارالعلوم دیوبند کی بنیادرکھ کراس میں وہی قدیم نصاب تعلیم رائج کردیا، دیوبند کے ساتھ ہی دوسرےمختلف شہروں سہارنپور،مرادآباد وغیرہ میں بھی ایسی ہی دینی درس گاہیں قائم کی گئیں اوران میں بھی یہی درس نظامی رائج کیاگیاجواب تک پاک وہند کے دینی مدارس میں رائج چلاآرہاہےغرضیکہ یہ نصاب برس ہابرس سے دینی مدارس میں رائج اورعرصہ دراز سے تجربہ میں آرہاہے اس لیے اس نصاب کے بارہ میں بلاخوف تردید یہ دعویٰ کیاجاسکتاہے کہ دینی علوم قرآن وحدیث اورفقہ وتفسیر کےاندرمہارت پیدا کرنے کے لیے یہ نصاب بےنظیر ہےاوراس مقصد کےحاصل کرنے کے لیےاس کا ثانی اوربدل دوسرانصاب کوئی نہیں ہوسکتا۔

گزشتہ صدی کے وہ تمام علماءاورصلحاجنہوں نے اس نصاب کےذریعہ اپنی علمی تکمیل کی اورپھرتمام عمراسی کی خدمت میں گزاردی اس نصاب کے کامیاب اورمفیدہونے کی وہ واقعاتی اورتجرباتی دلیل ہے جس کوجھٹلایانہیں جاسکتا، چنانچہ پاک وہند میں جس قدرعلماء دین ہوئے ہیں جن کےعلم وفضل پرسب کواعتمادرہاہے وہ کم وبیش اسی نصاب کے ذریعہ علم وفضل کے اس بلند مقام پرفائزہوئے ہیں ،ماضی قریب میں بھی اس نصاب سےاستفادہ کرنے والوں میں شیخ الہندمولانامحمودحسن ،مولاناخلیل احمدسہارنپوری ،مولانا عبدالرحیم رائے پوری ،حکیم الامت مولاناا شرف علی تھانوی ،مولاناحسین احمدمدنی ،مولاناظفراحمدعثمانی ،مولانامفتی محمدشفیع دیوبندی ،مولانامحمدیوسف بنوری رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ کے چنداسماءگرامی ”نمونہ مشتے ازخروارے“ کے طورپرپیش کیے جاسکتے ہیں ،متذکرہ علماءکرام کےمعیاری علم وفضل کی نظیرنہ یہ کہ صرف پاک وہندمیں دستیاب نہیں ہوسکتی بلکہ پوری دنیائے اسلام میں بھی بہت ہی کمیاب ہے،اس درجہ کے

علم وفضل کا حاصل ہونا اسی نصاب کا مرہون منت ہے، جس کا دنیا نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا ہے اور جو صدیوں سے آزمایا ہوا اور تجربہ شدہ ہے۔

حلب شام کے مدارس العلمیہ کے مدیر الشیخ عبدالقادر نے ۱۳۴۵ھ میں جب ہندوستان کا دورہ کیا تھا تو دیوبند اور سہارنپور بھی تشریف لائے تھے مظاہر علوم سہارنپور میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا کہ ''یہاں کے علماء میں جو استعداد اور قابلیت حاصل ہوتی ہے وہ ہمارے مدارس کے فاضل علماء میں نہیں ہوتی اس لیے میں یہاں کا طرز تعلیم دیکھنے آیا ہوں'' (از دینی مدارس)

عربی زبان میں لکھنا پڑھنا اور عربی دانی کی وجہ سے سطحی انداز میں بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرلینا اور پڑھ لینا اور بات ہے اور دقیق نظر سے عمق وگہرائی میں سے مطلب وحقیقت کا ادراک کرلینا بالکل دوسری چیز ہے یہ بات اسی درس نظامی کی کتابوں کو محنت وترتیب کے ساتھ پڑھنے کے بعد ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

> ''صدیوں کا تجربہ یہی بتلا رہا ہے اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء بھی دوسرے مروجہ نصابوں پر اس نصاب کی برتری کے قائل ہو چکے ہیں اب اگر دینی مدارس میں یہی نصاب باقی اور زیر درس رہے گا تو اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ زمانہ ماضی کی طرح کے ممتاز قابلیت کے علماء تیار ہوتے رہیں گے ورنہ استعداد علمی کے لحاظ سے جو حال دوسرے مدارس کے تعلیم یافتہ علماء کا مشاہدہ میں آرہا ہے وہی حال ان دینی مدارس کے فضلاء کا بھی ہونے لگے گا''۔

ایک ایسے نصاب کے بارہ میں ترمیم وتبدیلی کا مشورہ نہ معلوم کس مقصد کے لیے دیا جارہا ہے جس کی افادیت وجامعیت کا برسوں سے تجربہ ہو چکا ہے اور دینی مقاصد کے حصول

میں وہ نصاب بے حد وحساب مفید ثابت ہورہا ہے؟ ترمیم وتبدیلی کی ضرورت ایسی صورت میں تو قابل غور ہوسکتی تھی کہ اس موجودہ نصاب سے وہ مقاصد حاصل نہ ہوتے جن کے حصول کے لیے دینی مدارس کا قیام ضروری ہے، اس کے علاوہ ہمارے سامنے ایسے مدارس عربیہ کی مثالیں موجود ہیں جن میں دینی مقاصد کے حصول کے ساتھ دنیوی مقاصد کے حصول کے لیے درس نظامی میں ترمیم کر کے زمانہ حاضرہ کی بعض ضروریات کی تحصیل کے لیے بعض نئے فنون کی کتابیں داخل نصاب کردی گئی ہیں، اس کا تجربہ مدارس عالیہ اورڈھاکہ یونیورسٹی میں بھی ہوچکا ہے اور ندوۃ العلوم لکھنؤ کا تو قیام ہی دینی اور دنیوی مقاصد کی تحصیل کے لیے ہوا تھا، مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیوی مقاصد غالب آ گئے اور دینی مقاصد مغلوب ہوکر رہ گئے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ایسے نصاب کے ذریعہ دینی علوم کے ماہر معیاری ایسے علماء تیار نہیں ہوسکے جس طرح سے درس نظامی سے تیار ہوتے رہے ہیں ۔پھر یہ نصاب کوئی وحی نہیں ہے کہ کسی صورت میں بھی اس کی تبدیلی نہ ہوسکتی ہو، یہ صرف ایک تجرباتی چیز ہے، اگر دینی مدارس کے اصل مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی تبدیلی کی جائے جس سے مطلوبہ مقاصد میں کسی قسم کے خلل کا اندیشہ نہ ہو تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بڑھ کر سہرا

لیکن ماضی کے تجربوں کے نتائج سے تو یہی ثابت ہورہا ہے کہ درس نظامی کے اندر تبدیلی کے بعد دینی مدارس کے مطلوبہ مقاصد پوری طرح ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے۔

دینی مدارس کا اصل مقصد

دینی مدارس کا اصل مقصد قرآن وحدیث اور تفسیر وفقہ، دینی علوم میں کامل مہارت کا پیدا کرنا اور دین میں تفقہ کا معیاری درجہ حاصل کرنا ہے اور اس معیاری علم کے حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت اور یکسوئی کی ضرورت ہے، شب وروز تحصیل علم میں اشتغال وانہماک کے بغیر معیاری درجہ کا علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اکتساب علم کے زمانہ میں اگر معمولی سی بھی بے توجہی

اور بے خیالی سے کام لیا گیا تو پھر وہ مطلوبہ مہارت اور تفقہ کا درجہ حاصل نہیں کیا جا سکتا، اس لیے ماہر اور تجربہ کار علماء دین نے طلباء علوم دین کے لیے علم کے اکتساب وتحصیل کے زمانہ میں کسی ایسی چیز کی جانب توجہ کرنے کو سخت مضرت رساں سمجھا ہے جس سے طالب علم کی توجہ طلب علم سے ہٹ کر دوسری کسی جانب لگ جانے کا احتمال ہو، اور اکتساب علم میں خلل انداز ہونے کا اندیشہ ہو، یہاں تک کہ طلب علم کے زمانہ میں تصوف وسلوک کے ایسے خاص اشغال ووظائف سے بھی روکا ہے جن کے لیے توجہ اور وقت درکار ہوتا ہے کیونکہ ان امور کی طرف متوجہ ہونے سے طلب علم میں کمی کا اندیشہ ہوتا ہے اور عقل وتجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک وقت میں دو کاموں کی طرف پوری توجہ نہیں کی جا سکتی ۔جب دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم وفنون بھی حاصل کیے جائیں گے تو توجہ تقسیم ہو کر یکسوئی فوت ہو جائے گی اس طرح علوم دینیہ میں کمال اور مہارت پیدا کرنے کی طرف پوری دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی اور دینی مدارس کے قیام کا مذکورہ اصل مقصد کما حقہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے نصاب کے داخل کرنے کی مضرت

عالم دین کے لیے منشی فاضل ،مولوی فاضل وغیرہ کے امتحان کو بھی اسی لیے ماہرین علوم دینیہ نے پسند نہیں کیا تھا کہ پھر وہ سکولوں کی تلاش اور وہاں کے محدود نصاب کی تعلیم میں مشغول ہو کر اپنی علمی استعداد اور اس میں روز افزوں ترقی کے مواقع سے محروم ہو جائے گا ۔اس کی ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ دینی مدارس کے ذی استعداد فضلاء نے سرکاری امتحان دے کر اپنی تمام عمر سرکاری سکولوں میں گزار دی اور اس طرح اپنی علمی استعداد اور قابلیت کو وہاں کے محدود نصاب میں گم کر دیا، اگر وہ دینی مدارس میں کام کرتے تو یقیناً ان کی استعداد و قابلیت کہیں زیادہ ترقی کر جاتی اس تجربہ کے خلاف کوئی شاذ و نادر ہی مثال مل سکے گی۔

سرکاری مدارس کا نصاب

پاکستان بننے کے بعد بجا طور پر امید تو اس بات کی کی جا رہی تھی کہ انگریزی زمانہ کی یادگار نظام تعلیم وتربیت کو بدل کر ایسا نظام تعلیم رائج کیا جائے گا جو اسلام کے تقاضوں کے عین

مطابق ہوگا اور صرف کلرک پیدا کرنے کی بجائے اس سے صاحب سیرت وکردار مسلمان پیدا ہوا کریں گے جن سے ملک وملت کی تعمیر وبقاء کا کام لیا جاسکے گا مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تیس سال کا عرصہ گزر گیا یہ امید پوری نہیں ہوسکی اور سابقہ حکومتوں نے سرکاری مدارس کے نصاب کو اسلامی اور ملکی تقاضوں کے مطابق بنانے کی ضرورت کا احساس ہی نہیں کیا اور انگریزوں کے چلے جانے کے باوجود اس نصاب کی صورت میں لارڈ میکالے کی روح بدستور اپنا کارنامہ انجام دے رہی اور اپنا وہ مقصد حاصل کررہی ہے جو اس نصاب سے اس کا مقصود تھا کہ خون اور رنگ کے پاکستانیوں کا مذاق رائے، الفاظ اور سمجھ بوجھ بدستور سابق انگریز ہی رہے، یہی وجہ ہے کہ اس نصاب کے پروردہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ تعلیم وترقی کے اس دور میں دینی مدارس کا کیا فائدہ ہے؟ اور یہ بات ان کی انگریزی سمجھ بوجھ میں ہی نہیں آتی کہ دینی مدارس کے ذریعہ پیدا ہونے والے خالص ملا سے بھی ملک وملت کی بقاء اور تحفظ اسلام کا فریضہ انجام پارہا ہے، اور یہ کہ ان ملاؤں کے پیدا کرنے والی درس گاہوں کا وجود بھی ملک وملت کیلئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دوسرے مروجہ علوم وفنون کی درس گاہوں کا ملک میں ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

جس طرح دنیا کی موجودہ حکومتوں نے اپنے اپنے ماہرین تعلیم کے مشوروں کے مطابق تعلیم کے مختلف شعبوں ڈاکٹری، انجینئرنگ اور قانون وغیرہ کی تعلیم کے لیے الگ الگ کالج قائم کیے ہوئے ہیں اور سب شعبوں کے لیے تعلیم کا یکجا انتظام ممکن نہیں اور نہ ہی ہر شخص کے لیے ہر شعبہ میں تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے بلکہ جس شخص کو جس شعبہ اور فن کے ساتھ طبعی مناسبت اور دلچسپی ہوتی ہے وہ اپنے پسند کے کالج میں داخلہ لے لیتا ہے اور کسی کو بھی اس پر یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ تم نے ایک ہی کالج اور ایک ہی شعبہ میں تعلیم کیوں حاصل کی سب کالجوں اور تمام شعبوں میں داخلہ لینا اور تمام فنون کی تکمیل کرنی ضروری ہے ورنہ تمہاری تعلیم ناقص رہے گی۔ باوجودیکہ ڈاکٹری میں ڈگری حاصل کی ہے مگر پھر بھی اس لیے ناقص کہلاؤ گے کہ لاء کالج وغیرہ سے ڈگری حاصل نہ کرسکے۔

اس اعتراض نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ملک میں جس طرح ماہر قانون وکلاء کی

ضرورت سمجھی جاتی ہے اسی طرح قابل ڈاکٹروں وغیرہ وغیرہ کی بھی ضرورت سمجھی جاتی ہے اور ہر شخص کے لیے یہ بات مشکل ہے کہ وہ ڈاکٹری اور قانون دونوں شعبوں میں مہارت حاصل کر سکے اور پھر دونوں شعبوں میں خدمات انجام دینے کے لیے بھی اس کو وقت میسر آ سکے اس لیے بھی دونوں شعبوں میں اگر کسی طرح قابلیت حاصل بھی کر لی جائے تو بھی لامحالہ کسی ایک شعبہ کو اپنی خدمات کے لیے مخصوص کرنا پڑے گا اور اسی شعبہ میں اس کو مہارت و تجربہ بھی حاصل ہو سکے گا، اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر ملک وملت کی بقاء اور اسلام اور اسلامیت کے تحفظ کے لیے دینی مدارس کا تشخص اور ان کا موجودہ علیحدہ نظام اور طریق تعلیم قائم رہنا بہت ضروری ہے تا کہ ان میں قانون اسلام کے ایسے ماہرین پیدا ہوتے رہیں جو تمام عمر یکسوئی کے ساتھ ہمہ تن مشغول رہ کر دین کے شعبہ میں کام کرتے رہیں اور اپنی خدمات کے لیے اسی دین کے شعبہ کو مخصوص کر لیں۔

اگر قیام پاکستان کے فوراً ہی بعد سرکاری مدارس کے نصاب میں یہ نہایت ضروری تبدیلی کر دی ہوتی کہ علوم اسلامیہ کو نہ صرف شامل کر لیا جاتا بلکہ ان کو مقصد اور اولیت کا درجہ بھی دیدیا جاتا تو اب حکومت کی طرف سے جو عدالت عالیہ کے جج صاحبان کو کسی قانون کے خلاف شریعت اسلامیہ ہونے کی صورت میں اس کو منسوخ کرنے کا اختیار دیدیا گیا ہے مشکل پیش نہ آتی، اور یہ سوال کھڑا نہ ہوتا کہ جب ہمارے قابل احترام عدلیہ کے جج صاحبان کو اسلامی قوانین سے کما حقہ واقفیت ہی حاصل نہیں ہے تو وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کیسے کریں گے اور یہ اختیار دے کر ان کو ایک گونا مشکل اور آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے، بلکہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اختیار دے کر ان جج صاحبان کو ایسے کام کے انجام دینے کی ذمہ داری سونپ دی گئی جو بحالت موجودہ ان کی صلاحیت کے دائرہ کار سے باہر اور حدود عمل سے خارج ہے اور کسی بھی شخص کو کسی ایسے عمل کی تکلیف دینا جس کی انجام دہی کی صلاحیت اس نے حاصل نہ کی ہو تکلیف مالایطاق میں داخل ہے، اگر کوئی صاحب اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ قانون ملکی کے ماہرین ہونے کے ساتھ ہمارے فاضل جج صاحبان کو قانون شریعت کے اندر بھی

مہارت کا درجہ حاصل ہے تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ قوانین شریعت کا با قاعدہ استاذوں سے علم حاصل کیے بغیر انگریزی اردو ترجموں کو دیکھ کر یا عربی زبان کی واقفیت کے بل بوتے پر مہارت کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص ملکی قوانین کا اردو انگریزی میں مطالعہ کر کے ان تجربہ کار جج صاحبان کے مقابلہ میں دعویٰ کرنے لگے کہ میں بھی ملکی قوانین کا ماہر ہوں جن کی عمروں کا اکثر و بیشتر حصہ ملکی قوانین کے با قاعدہ حاصل کرنے اور ماہرین قانون اور تجربہ کاروں کے ساتھ مدتوں کام سیکھنے میں گزرا ہے۔

کسی بھی عقل مند شخص کے نزدیک صرف مطالعہ سے حاصل شدہ معلومات کو معیاری درجہ کا علم قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اس کی بنیاد پر عدالتی فیصلوں کی اجازت دے کر کرسی عدالت اس کے سپرد کی جا سکتی ہے؟

آخری گزارش

مقصد یہ ہے کہ ملک کی ضروریات میں جس طرح یہ بات داخل ہے کہ ہر شعبہ اور فن کے ماہرین کی جماعت ملک میں ہو اور ان کے لیے الگ الگ کالج قائم ہیں اسی طرح دینی مدارس کا اپنے خاص نصاب کے ساتھ باقی رکھنا بھی ملک وملت کی ایک مذہبی ضرورت اور اہم فریضہ ہے۔ اب اگر مروجہ نصاب کے ساتھ کسی کے نزدیک یہ دینی مدارس کسی قسم کی ہمدردی یا تعاون وامداد کے حقدار نہیں ہیں اور اس کے نزدیک ان کا علیحدہ تشخص بھی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ ان مدارس کے مستحق تعاون اور نظر عنایت کے لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے نصاب میں مروجہ فنون کی پیوندکاری بھی ضروری ہے تو ہماری گزارش ہے کہ اس پیوندکاری سے دینی مدارس کی مقصدی افادیت کو نقصان پہنچانے کی اس کوشش سے ان کو معاف رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔

ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

مولانا عزیز الرحمٰن مدظلہم جامعہ دارالعلوم کراچی

علماء دین متین اور داعیان راہ مستقیم کی خدمت میں

ملک بھر کے دینی مدارس میں شوال کے دوسرے ہفتے سے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوگیا ہے اور دوماہ کی تعطیل کے بعد ان مدارس کے درودیوار، علوم نبوت کے طلب گاروں سے آباد ہوگئے ہیں، اس دوران زیادہ تر طلبہ نے اپنے گھروں میں والدین اور دیگر اقارب کے ساتھ وقت گزارا، جبکہ کچھ طلبہ نے دعوت وتبلیغ کے قافلوں میں شامل ہوکر مختلف شہروں، قصبوں اور گاؤں دیہات کا رخ کیا، جہاں انہوں نے عوام کو اسلام کے بنیادی ارکان اور دین حنیف کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ——— دعوت دین کی راہ میں آرام وراحت کا تصور یا اس کی توقع نہیں ہوتی، بلکہ سرد وگرم حالات، راستے کی صعوبتیں اور بھوک وپیاس کی مشقت کا مجاہدہ راہ حق کے داعی کو جفاکش اور متحمل مزاج بنادیتا ہے، جو بہترین انسانی اور اسلامی اوصاف وکمالات ہیں ——— داعیان حق کے یہ کاروان دعوتِ دین کے ساتھ ساتھ، اصلاح اعمال اور تزکیۂ نفس کے نورانی اثرات سے بھی آراستہ ہونے کے مواقع فراہم کرتے ہیں کہ طے شدہ ترتیب کے مطابق تعلیم، تذکیر، نمازوں کے بعد بیانات، بیرون مسجد خصوصی ملاقاتیں، سادگی اور قناعت کے شب وروز، نوافل واذکار کے معمولات اور شب خیزی کا یہ مرتب نظام قلب ونظر میں دوررس تبدیلیاں لے کر آتا ہے ——— تعطیلات کے اس زمانے میں بعض طلبہ عربی قواعد میں اپنی استعداد بڑھانے ——— جبکہ بعض دیگر مختصر تفسیری ترتیبات پر مشتمل درسِ قرآن کے حلقہ جات میں شریک ہوتے ہیں تاکہ قرآن کریم اور اس کے مضامین واحکام سے اجمالی آگاہی حاصل ہوسکے۔

یہ دینی مدارس جن کی بنیادیں دین، امت اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے جذبات واحساسات سے اٹھائی گئی ہیں تعلیم وتربیت کے علاوہ، ملک وقوم کی رفاہی خدمات میں بھی پیش پیش رہتے ہیں، چنانچہ حالیہ ملک گیر سیلاب میں ان مدارس کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ ہر ممکن طریقے

سے متاثرین کی امداد اور راحت رسانی میں سرگرم رہے ہیں، اور بے گھر ہونے والوں کے طعام وقیام، دوا علاج اور نقل وحمل کے انتظامات میں جانفشانی اور تندہی سے خدمات بجالاتے رہے ہیں، اب بھی نوشہرہ، چارسدہ اور سندھ و پنجاب کے متاثرہ علاقوں میں نقد اور اشیائے ضرورت کے علاوہ، آب رسانی کے لیے جگہ جگہ بورنگ کرانے، نیز مستقل آبادکاری کے متعدد منصوبوں پر کام جاری ہے، یہ خدائی خدمت گزار جسمانی صعوبتیں جھیل جھیل کر اور ایک ایک پیسہ کو پوری دیانت داری کے ساتھ، ہر طرح کی ذاتی اغراض، جماعتی وابستگی اور اقرباپروری کے مکروہ محرکات سے بالاتر ہوکر کام میں لا رہے ہیں۔ پانچ سال پہلے آزاد کشمیر اور بالاکوٹ کے تباہ کن زلزلے میں بھی ان مدارس کے اساتذہ وطلبہ نے بھرپور کردار ادا کیا تھا۔

مدارس میں تعلیم کا آغاز ہونے کے بعد تقریباً پندرہ شوال سے بیس رجب تک تقریباً دس ماہ کا عرصہ درس نظامی کے محنت طلب مضامین کی شبانہ روز جدوجہد میں اس انہماک کے ساتھ گزرتا ہے کہ طالب علم کو ۲۴ گھنٹوں میں سولہ گھنٹے درسی مضامین کے لیے وقف کرنے پڑتے ہیں کہ مضامین کی نوعیت وقت کو اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ استعمال کرنے پر مجبور کرتی ہے ورنہ علمی استفادہ فوت ہوجاتا ہے۔

نصابی مضامین کی طرف طلبہ کو پوری مسئولیت اور ذمہ داری کے ساتھ مشغول رکھنے کے لیے، ان مدارس میں تعلیمی سال کے دوران سہ ماہی بنیادوں پر امتحانات بھی منعقد کیے جاتے ہیں، جن میں کامیابی کی دُھن طلبہ کو پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ درسی کتب اور نصابی مضامین کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔

پاکستان اور برصغیر کے دیگر ممالک میں قائم دینی مدارس مسلمانوں کے لیے بڑی نعمت ہیں، ان میں جہاں علوم نبوت اور آسمانی احکام وتعلیمات کے تحفظ، فروغ اور ان پر عمل کرنے کرانے کی تربیت دی جاتی ہے وہاں یہ ملک میں خواندگی میں اضافے کا بھی مؤثر اور باکفایت

ذریعہ ہیں کہ ان مدارس میں مصروف کار معلمین، منتظمین اور کارکنان بالعموم آرام وآسائش کے بغیر سادگی اور قناعت کی زندگی گزارتے ہیں، ان مدارس کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں مختلف علاقوں، برادریوں، ہر رنگ ونسل، جداگانہ ثقافت وزبان، یہاں تک کہ مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے الگ الگ طبیعتوں کے طلبہ ایک ہی چھت کے نیچے شب وروز گزارتے ہیں اور روزمرہ کے معمولات بھی ـــــ ایک دوسرے کے ساتھ شیروشکر ہوکر ـــــ بجالاتے ہیں، ہر طرح کے تعصب سے دور، باہمی اخوت اور یگانگت کی یہ پاکیزہ اسلامی فضا کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔

یہ مدارس تعلیم کے علاوہ قیام وطعام کی سہولتیں بھی فراہم کرتے ہیں اور بیک وقت تعلیم کے ساتھ ساتھ ابنائے وطن کی کفالت بھی کرتے ہیں اور اس طرح ملک ومعاشرے کا بڑا بوجھ خود اٹھاتے ہیں، جبکہ حکومت کی طرف سے ان کے لیے زبانی حد تک بھی کوئی حوصلہ افزائی، قدر شناسی اور پذیرائی نہیں ہوتی، تعلیمی یا مالی تعاون کا تو کیا تصور ـــــ شہر شہر اور بستی بستی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، چپے چپے میں یہ مدارس قائم ہیں، جن میں سے بہت سوں کا تعلیمی دورانیہ کم از کم سولہ سال ضرور ہے، ابتدا میں مڈل تک تو لازماً جبکہ بعض مدارس میں سیکنڈری کے مرحلے تک کی عصری تعلیم سے ہر طالب علم کا آراستہ ہونا، درسی نظامی کے لیے اساسی شرط ہے جبکہ مزید آٹھ سال کی مدت عربی وفارسی زبان وادب، قدیم وجدید فلسفہ، فقہ اسلامی اور قرآن وحدیث کی معیاری تعلیم کے لیے مختص ہے، اس نصاب کی تکمیل کے بعد فاضل درس نظامی اسلامی نظریہ حیات کے تمام فکری، عملی، سماجی، قانونی، شخصی، اور اجتماعی یہاں تک کہ نفسیاتی احکام وتعلیمات سے معتد بہ آگاہی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ تعلیمات اسلام کی ایسی ہمہ جہتی اور جامع تعلیم، دینی مدارس کے سوا، شاید ہی دنیا کے کسی خطے میں دستیاب ہو۔

برصغیر میں درس نظامی کی یہ منظم ابتدا اس وقت ہوئی جب برطانوی استعمار نے یہاں پنجہ

جمایا اور سیاسی وعسکری بالادستی حاصل کرنے کے بعد یہاں دین، علوم نبوت اور اسلامی اقدار وروایات کے خلاف بھی جنگ شروع کردی، چنانچہ مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے عیسائی مشینریوں کا جال پھیلایا گیا اور پوری قوت کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ شروع کی گئی، جس کے لیے طمع وخوف کا ہر حربہ استعمال کیا گیا، اندرونی طور پر بھی قادیانیت جیسے فتنوں کی تخم ریزی کرکے مسلمانوں میں خلفشار پیدا کیا گیا اور ان کی اجتماعی طاقت کا رخ اپنی طرف سے پھیر کر دوسری طرف لگا دیا تاکہ انگریز کے اقتدار کو کوئی خطرہ نہ رہے، اس طرح مسلمانوں کو زچ کرکے، نفسیاتی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار بنا دیا گیا ——— انگریز کی یہ ذہنیت آج بھی امت مسلمہ کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

سلمان رشدی جیسے ملعون اور آوارہ شخص کو اور تسلیمہ نسرین جیسی بیہودہ عورت کو مسلمانوں کی دل آزاری اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی پر مغرب کی حکومتوں نے مکمل اعزازی پروٹوکول دیا ہے، یورپ کے مختلف ملکوں میں آئے دن شان رسالت میں گستاخانہ، ہتک آمیز اور دل آزار خاکوں کا کلچر بھی اُبل اُبل کر سامنے آتا رہتا ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے شدید بغض کی علامت ہے۔

عالمی سطح پر قادیانیت اور دیگر اسلام دشمن تحریکوں کی پشت پناہی بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، جبکہ فلسطین، عراق، افغانستان، کشمیر اور دنیا کے دیگر خطوں میں بڑے پیمانے پر لاکھوں مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی تباہ کاری میں بھی اسلام اور مسلمانوں سے عناد رکھنے والے بہت سے غیر مسلم ممالک پیش پیش ہیں۔

استعماری دور کے ان نامساعد حالات میں تشکیل پانے والے یہ ادارے اب اللہ کے فضل وکرم سے آسمانی تعلیمات اور مسلم معاشرے کی خدمت کے لیے اپنی بھاری تعداد کے ساتھ، بلند تر دینی مقاصد کے لیے پہلے سے زیادہ توانا ہیں، باشندگان ملک کا بڑا طبقہ جو تعلیم کے سرکاری اور نجی اداروں کے نظام تعلیم وتربیت سے مایوس ہے اب بکثرت ان دینی درسگاہوں اور عربی

مدارس کی طرف مائل ہورہا ہے، اس میلان میں ان خدا فراموش اور خلاف اسلام حالات واقدامات کا بھی مؤثر دخل ہے جو دینی آگاہی اور اسلامی غیرت وحمیت سے محروم حکمرانوں کی وجہ سے معاشرے میں در آتے ہیں، ان عناصر کو غیر ملکی دباؤ نے ہی اسلامی اقدار وتعلیمات کے خلاف بڑی شدت سے استعمال کیا ہے، ظاہر ہے کہ ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ دینی ادارے ہی دفاعی مورچے ہیں جن کی طرف ایسے خاندانوں کی زبردست رغبت ہے جو اسلامی عقائد اور اسلامی طرز زندگی سے روگردانی کرنے یا اس کے خلاف کسی اور فکر وعمل پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ـــــ ملکی اور عالمی نامساعد حالات کے باوجود یہ مدارس دین حنیف کی منظم پہرہ داری کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان میں اضافہ روزافزوں ہے۔ والحمد للّٰہ علی ذلك۔

لیکن اس موقع پر کچھ توجہ طلب امور، حضرات علماء اور داعیان راہِ حق کے ملاحظہ کے لیے پیش خدمت ہیں:

مدارس کی تعداد میں سالانہ اضافہ، نیز درس نظامی کی تکمیل کر کے سال بسال ہزاروں طلبہ وطالبات کی عملی زندگی میں آمد بلاشبہ حوصلہ افزا بات ہے اور بعض گھرانوں میں اس کے بڑے مثبت اثرات نظر آتے ہیں، لیکن جو حقیقت خصوصی طور پر قابل توجہ ہے وہ یہ کہ ان مدارس کے علمی اور تربیتی معیار کی طرف کما حقہ توجہ نہیں ہے چنانچہ ''شہادۃ العالمیہ'' سے سرفراز فضلاء وفاضلات کی بڑی تعداد کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مطلوبہ استعداد کی حامل ہے اور دینی تربیت کا معیار تو بہت کمزور ہے ـــــ یوں تو جوہر قابل عام طور پر کمیاب ہی ہوتا ہے کہ ـــــ

؎ ''بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا''

لیکن ذکر اس استعداد اور تربیت کا ہے جو طویل دورانیہ، ہمہ جہتی نصاب اور منظم درسی عمل کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، اس کی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے کہ مدارس سے وابستہ

حضرات علماء ومدرسین اس صورتحال سے گزرتے رہتے ہیں، بہتر ہدف کے حصول کی طرف پیش قدمی کرنے اور موجود نقائص کا تدارک وسدباب کرنے کے لیے تسلسل کے ساتھ اپنے اپنے حالات کا عمیق ومخلصانہ جائزہ لینے، محاسبہ کرنے اور اصلاح حال کی اشد ضرورت ہے۔

پچھلے تقریباً تیس سال سے ملک کا تمدن بہت تبدیل ہوگیا ہے اور بود وباش، لباس وپوشاک، زبان وبیان اور تحریر وکتابت کے اسالیب میں دور رس تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں، اس لیے حالات کے لحاظ سے تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ میں بھی مثبت اثرات کے لیے ماحول ومعاشرے کی روش اور مخاطبین کی نفسیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، جہاں تک دین حنیف کی اساسی تعلیمات اور زندگی کے ہر موڑ پر سنّت وسیرت کے التزام کا معاملہ ہے وہ قیامت تک کے لیے اٹل، ناقابل تغیر اور واحد راہِ نجات ہے، لیکن جس طرح ان تعلیمات کی تفہیم، تعلیم اور تربیت کے لیے مختلف زبانوں کو ذریعہ بنانا ناگزیر ہے، اسی طرح اذہان وعقول اور ماحول کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اسی کا نام بلاغت ہے اور قرآن کریم میں بھی اسی کے پیش نظر تعلیم ودعوت کے لیے حکمت اختیار کرنے کی ترغیب ہے، ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ'' اگر بغور جائزہ لے کر دیکھا جائے تو دینی مدارس کے نصاب ونظام میں اس طرف کما حقہ توجہ کا فقدان ہے چنانچہ ایک فاضل درس نظامی میں، طویل تعلیمی دورانیہ گزارنے کے بعد بھی، یہ مطلوبہ استعداد نہیں ہوتی ——— لاّ یہ کہ اس کو کسی مخصوص ماحول سے شخصی طور پر استفادے کا موقع ملے ——— عام حالات میں اس کا طرز تخاطب یا تعلیم وتدریس کا اسلوب، بلاغت وحکمت کے اہتمام سے خالی اور غیر مؤثر ہوتا ہے۔

اس صورتحال کی اصلاح کے لیے مناسب عصری مضامین سے آگاہی بھی ضروری ہے اور فکری تربیت کے لیے عہد حاضر کے علمائے ربانیین کی غیر نصابی کتب کا عمیق مطالعہ بھی ناگزیر ہے، موجودہ وقت میں طالب علم صرف نصابی تالاب میں غوطہ زن ہے اس لیے یہاں سے نکلنے کے بعد معاشرے کی عملی زندگی میں اس کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

مدارس دینیہ کے قیام کا محرک علوم اسلامیہ کا تحفظ واشاعت اور دشمنانِ دین کے مقابلے میں اسلامی احکام ومعتقدات کا مؤثر دفاع ہے، ہمارے قریب کے اسلاف نے جب دیکھا کہ سیاسی مغلوبیّت کے بعد مسلمان شدید خطرات کے بھنور میں آگئے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اور اسلامی علوم کے فروغ کے لیے تعلیم دین کا یہ میدان منتخب کیا اور جگہ جگہ درس وتدریس کے حلقے وجود میں آگئے، اُس وقت دشمنان اسلام کی طرف سے فکری حملوں کی نوعیت دوسری تھی، یہ مدارس ان کے مقابلے میں فولادی دیوار اور ناقابل تسخیر مورچے بن کر کھڑے ہوگئے تھے، چنانچہ دشمن سیاسی اور عسکری بالادستی کے باوجود باشندگانِ وطن کو بحیثیت مجموعی مرتد بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا ـــــ لیکن آج کا دشمن نئے انداز کے فکری، عسکری، تہذیبی، ابلاغی اور معاشی ہتھیاروں سے مسلح ہوکر اسلام کے خلاف حملہ آور ہے، ان حالات میں اگر غور سے دیکھا جائے تو بجائے اس کے کہ اس موجودہ یلغار کے خلاف مؤثر صف بندی کی جاتی اور تازہ دم دشمنِ دین کا مؤثر مقابلہ کیا جاتا، قدیم روایتی مورچہ بھی اپنے دفاعی ہتھیاروں میں کمزور نظر آتا ہے اور علم وآگہی کا رسوخ، اعمال واخلاق کی پختگی اور حکمت ودوراندیشی کے وہ اوصاف وکمالات جو فتنوں کی سرکوبی کے لیے ناقابلِ تسخیر اور مؤثر ترین ہتھیار ہیں، زنگ آلود ہوتے جارہے ہیں ـــــ یہ حالت ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

یہ بات بھی حد درجہ قابل توجہ ہے کہ ان کمزوریوں کے ہوتے ہوئے ان مدارس سے وابستگان کی مجموعی تعداد ملک کی پوری آبادی کے پیش نظر ایک فیصد بھی نہیں ہے، ملک کی بقیہ آبادی اپنی معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں منہمک ہے، اور دین سے اس کا رشتہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جارہا ہے ان کو نہ دین کے حقیقی معتقدات سے آگاہی حاصل ہے اور نہ عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق باطنہ، فرائض وواجبات، حرام وحلال اور جائز ناجائز میں تمیز کرنے کی صلاحیت، وہ مغربی تصور کے مطابق مذہبی ہیں، جو محض ایک نسلی اور تاریخی تعلق کا نام ہے، لیکن عقیدے وعمل کے میدان میں وہ بڑی حد تک تہی دامن ہیں اور چونکہ دین سے ان کی وابستگی رسمی انداز کی ہے اس لیے ان کے شب وروز کے معمولات میں دین وشریعت اور سیرت وسنّت کا کوئی

عکس نظر نہیں آتا۔

اس ابتری کا تدارک بھی داعیانِ دین اور وابستگان دینی مدارس کے ذمہ ہے کہ درس نظامی کے رائج الوقت نصاب ونظام سے جداگانہ، معتقدات وتعلیمات اسلام پر مشتمل، یک سالہ ـــ ششماہی اور ـــ سہ ماہی بنیادوں پر مختلف دورانیوں کے نصاب مرتب کئے جائیں اور مسجد مسجد تعلیم کا جاذب توجہ سلسلہ شروع کیا جائے، اہل وطن مسلمانوں کی موجودہ حالت تیزی سے ابتری کی طرف جارہی ہے، اسلام صرف ظاہری رسومات کا نام قرار دے دیا گیا ہے جس کا اظہار عقیدے اور عمل کے بجائے سال کے مختلف اور مخصوص دنوں اور راتوں میں بدعات، خرافات، جلسوں اور جلوسوں کی شکل میں ہورہا ہے اور انہی رسمی مظاہر کو دین اور حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا جانے لگا ہے، فرائض وواجبات کا اہتمام محرمات ومکروہات سے اجتناب اور اتباعِ سنت کا شب وروز کے معمولاتِ زندگی میں خیال تک نہیں آتا۔

یہ صورتحال حد درجہ تشویشناک ہے اگر اصلاح کے لیے فوری طور پر مؤثر قدم نہ اٹھایا گیا تو صورت حال بدتر اور بے قابو ہوجائے گی ـــ وارثین انبیاء کو اس سلسلے میں فوری طور پر مؤثر، منظم، مربوط اور انقلابی جذبے سے کوششوں کا آغاز کرنے کی ضرورت ہے۔

ملک میں بحمد اللہ مکاتب قرآنیہ کا وسیع نظام قائم ہے یہاں حفظ وناظرہ کے علاوہ بالعموم طہارت ونماز کے مسائل بھی داخلِ نصاب ہیں، لیکن زندگی کے دیگر شعبہ جات مثلاً معاشرت، معاملات واخلاق سے متعلق دینی احکام وآداب سے آگاہی کا اہتمام نہیں ہوتا، مکتب سے فارغ ہونے والے ان حفاظ کو آداب واخلاق سے آراستہ کرنا ضروری ہے کہ ان کو بھی مستقبل میں مردم ساز بننا ہے۔

چونکہ ملک کی زیادہ آبادی کا رخ اسکولوں کی طرف ہے اور وہاں ماحول اور نصاب کیوجہ سے دین سے وابستہ رہنے کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ وہ اسکول جو معیاری سمجھے جاتے ہیں

ان میں اسلامی احکام واقدار سے بغاوت کی ذہنیت پیدا کی جاتی ہے اس لیے اہلِ مدارس کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور ایسے معیاری اسلامی اسکول قائم کرنے چاہئیں جن میں عصری مضامین کی تعلیم بھی عمدہ ہو اور دینی تربیت پر بھی بھرپور توجہ ہو، کہ یہی بچے مستقبل میں معاشرے کے مختلف شعبہ جات میں سرگرم عمل ہوں گے اور یہاں کی عمدہ تعلیم وتربیت ان کو ملک اور معاشرے کے لیے نافع اور قابلِ فخر بنادے گی ـــــ یہ اور اس طرح کے دیگر مؤثر اقدامات اگر عمل میں نہیں لائے گئے تو عملی ارتداد، تعلیمات دین سے دوری اور بدعات وخرافات کا سیلاب بہت کچھ بہالے جائے گا ـــــ أعاذنا اللّٰه من ذلك

.....

ارشاد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

اصطلاحاً پرورش کی مدت بلوغ تک مانی جاتی ہے اس کے بعد انسان براہ راست اسباب زندگی نعمت ودولت حاصل کرتا ہے لہٰذا وہ وصف رحمانیت سے اپنا رشتہ جوڑتا ہے جو نتیجہ اور انتہاء کے لحاظ سے وصف رحیمیت کا خوشہ چین ہوگا۔

ارشاد: "نعبد" لفظ جمع اس لئے لایا گیا ہے کہ تنہا اپنی جانب سے کسی امر کا اظہار سلطانی بارگاہوں میں اس درجہ مقبولیت حاصل نہیں کرتا جتنی کسی جماعت کی مشترک استدعاء مؤثر ہوا کرتی ہے بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صیغہ جمع اس لئے لایا گیا کہ اظہار ہو جائے جملہ اعضاء کی جانب سے، واللہ اعلم۔

ارشاد: ایاک نستعین تتمہ ہے ایاک نعبد کا کیونکہ عبادت صحیح معنی میں امداد خداوندی کے بغیر ممکن نہیں مثلاً اعضاء اگر نہ ہوں یا مدد نہ کریں اسی طرح قلب اور نفس وغیرہ جن پر عبادات کا مدار ہے اگر وہ نہ ہوں تو عبادت ممکن نہیں ہے، پس اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ضروری ہوا نیز وسوسوں اور اوہام وخیالات اور خواطر وغیرہ سے براءت اور نجات امداد الٰہی کے بغیر ناممکن ہے، علاوہ ازیں نعبد میں اسناد عبادت الی انفسہم ہے (یعنی اپنی طرف عبادت کو منسوب کرتے ہوئے جب کہا جاتا ہے کہ ہم عبادت کرتے ہیں تیری) تو اس سے شائبہ اعجاب وخودپسندی پیدا ہوتا ہے اس کے ازالہ کیلئے ایاک نستعین لایا گیا لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ کسی موقعہ پر بھی کسی قسم کی امداد واستعانت غیر خدا سے درست ہی نہیں۔

مفتی محمد حنیف خالد جامعہ دارالعلوم کراچی

حج مقبول کی علامتیں

(۱)مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معارف القرآن میں لفظ ''مثابۃ'' کی تفسیر کے ذیل میں تحریر فرمایا:

لفظ مثابہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے بیت اللہ کو یہ خاص فضیلت بخشی ہے کہ وہ ہمیشہ مرجع خلائق بنا رہے گا،اور لوگ بار بار اس کی طرف جانے اور لوٹنے کے آرزومند رہیں گے، امام تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا:لا یقضی احد منھا وطراً (قرطبی) یعنی کوئی آدمی اس کی زیارت سے کبھی سیر نہیں ہوتا بلکہ ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ زیارت وطواف کا شوق لے کر لوٹتا ہے،اور بعض علماء نے فرمایا کہ قبول حج کی علامات میں سے ہے کہ وہاں سے لوٹنے کے بعد پھر وہاں جانے کا شوق دل میں پائے،چنانچہ عام طور پر اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ پہلی مرتبہ جتنا شوق زیارت بیت اللہ کا ہوتا ہے دوسری مرتبہ کے لیے اس شوق میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جوں جوں بار بار زیارت کرتا رہتا ہے یہ شوق اور بڑھ جاتا ہے (ج ا ص ۳۲۱)

(۲)ایک اور جگہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ:علماء نے فرمایا ہے کہ حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ اپنے حج سے اس طرح واپس آئے کہ اس کا دل دنیا کی محبت سے فارغ اور آخرت کی طرف راغب ہو،ایسے شخص کا حج مقبول اور گناہ معاف ہیں اور دعا اس کی مقبول ہے،دوران حج میں جگہ جگہ انسان اللہ تعالی سے اطاعت وفرمانبرداری کا معاہدہ اس کے بیت کے سامنے کرتا ہے،اگر حج کرنے والے اس کا دھیان رکھیں تو اس معاہدہ کے پورا کرنے کا آئندہ اہتمام میسر آ سکتا ہے،ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حج سے واپس آیا تو اتفاقاً میرے دل میں ایک گناہ کا وسوسہ پیدا ہوا،مجھے غیب سے ایک آواز آئی کہ کیا تو نے حج نہیں کیا؟ کیا تو نے حج نہیں کیا؟ یہ آواز میرے اور اس گناہ کے درمیان دیوار بن گئی،اللہ نے مجھے محفوظ فرما دیا۔

ایک ترکی بزرگ جو مولانا جامی رحمہ اللہ کے مرید تھے ان کا حال یہ تھا کہ ہمیشہ اپنے سر

پر ایک نور کا مشاہدہ کیا کرتے تھے، وہ حج کو گئے اور فارغ ہو کر واپس آئے تو یہ کیفیت بجائے بڑھنے کے بالکل سلب ہوگئی اپنے مرشد مولانا جامی سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حج سے پہلے تمہارے اندر تواضع اور انکسار تھا اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے الحاح وزاری کرتے تھے، حج کے بعد تم اپنے آپ کو نیک اور بزرگ سمجھ نے لگے اس لیے یہ حج ہی تمہارے لیے غرور کا سبب بن گیا اسی وجہ سے یہ کیفیت زائل ہوگئی۔

حج ایک بڑی عبادت ہے اس کے ادا کرنے کے بعد شیطان عموماً انسان کے دل میں اپنی بڑائی اور بزرگی کا خیال ڈالتا ہے جو اس کے تمام عمل کو بے کار کر دینے والا ہے اس لیے خاتمہ کلام میں فرمایا کہ جس طرح حج سے پہلے اور حج کے اندر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کی اطاعت لازم ہے اسی طرح حج کے بعد اس سے زیادہ ڈرنے اور گناہوں سے پرہیز کا اہتمام کرتے رہو کہ کہیں یہ کی کرائی عبادت ضائع نہ ہو جائے (تفسیر معارف القرآن ج ا ص ۴۹۴، ۴۹۵)

(۳) سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۶ اور آیت نمبر ۹۷ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کے سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔

دوسری آیت کے شروع میں جو فرمایا کہ ''اس میں کھلی نشانیاں ہیں'' اس کی تفسیر کے ذیل میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

ایک عجیب نشانی یہ ہے کہ جمرات جن پر ہر ایک حج کرنے والا سات کنکریاں روزانہ تین روز تک پھینکتا ہے اور ہر سال لاکھوں حجاج وہاں جمع ہوتے ہیں، یہ ساری کنکریاں اگر وہاں جمع ہو کر باقی رہیں تو ایک ہی سال میں وہ جمرات کنکریوں کے ڈھیر میں دب جائیں اور چند سال میں تو وہاں ایک پہاڑ بن جائے، حالانکہ مشاہدہ یہ ہے کہ حج کے تینوں دن گذرنے کے بعد وہاں

کنکریوں کا کوئی بہت بڑا انبار جمع نہیں ہوتا، کچھ کنکریاں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں جس کی وجہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ یہ کنکریاں فرشتے اٹھا لیتے ہیں اور صرف ایسے لوگوں کی کنکریاں باقی رہ جاتی ہیں جن کا حج کسی وجہ سے قبول نہیں ہوا، اور یہی وجہ ہے کہ جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھا کر رمی کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ وہ غیر مقبول ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق ہر دیکھنے والا آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے کہ جمرات کے آس پاس بہت تھوڑی سی کنکریاں نظر آتی ہیں حالانکہ وہاں سے اٹھانے یا صاف کرنے کا کوئی اہتمام نہ حکومت کی طرف سے ہوتا ہے نہ عوام کی طرف سے۔

اس وجہ سے شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں فرمایا کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات ایسے بھی ہیں جو آپ کی وفات کے بعد بھی موجود اور قائم ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے اور ہر شخص ان کا مشاہدہ کر سکے گا، ان میں سے ایک تو قرآن کا بے نظیر ہونا ہے کہ ساری دنیا اس کی مثال لانے سے عاجز ہے، یہ عجز جیسے عہد نبوی میں تھا ایسے ہی آج بھی موجود ہے اور قیامت تک رہے گا، ہر زمانہ کا مسلمان پوری دنیا کو چیلنج کر سکتا ہے کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ، اسی طرح جمرات کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان پر پھینکی ہوئی کنکریاں نامعلوم طور پر فرشتے اٹھا لیتے ہیں صرف ان بدنصیب لوگوں کی کنکریاں رہ جاتی ہیں جن کے حج قبول نہیں ہوتے، آپ کے اس ارشاد کی تصدیق ہر زمانہ ہر قرن میں ہوتی رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ اور بیت اللہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نشانی ہے (ج ۲ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

(۴) حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ: حج میں اخلاص کے خلاف یہ باتیں ہیں (۱) حج سے پہلے کوئی خرابی اس میں ڈال دی جائے مثلاً حاجی کہلانے کی نیت ہو یا مال حرام سے سفر کیا جائے (۲) حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں ہوتی رہیں مثلاً معصیت کرتے رہیں، توبہ نہ کی ہو گناہوں سے، نماز چھوڑ دیں (۳) حج کر کے اس کو خراب کیا جائے مثلاً باتوں میں اپنے حج کا اظہار قصداً کیا جائے، افتخار و اشتہار اور تعظیم و تکریم کی خواہش ہو یا حج کی تکالیف بیان کرے (انفاس عیسیٰ ج ۱ ص ۲۴۰)

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۲۴)

کرامیہ کی تردید

قوله تعالى:قل فمن يملک من الله شيئا ان اراد ان يهلک المسيح ابن مريم وامه وفيه رد على الكرامية

قال في البحر المحيط :وفي ذلک اشارة الى حلول الحوادثات بهما والله سبحانه وتعالى منزه ان تحل به الحوادثات وان يكون محلا لها وفي هذا ردعلى الكرامية

ويذكر الصفات الكمالية المختصة للالوهية تثبت الوهية الحق تعالى شانه وعزبرهانه وثبت نفي الوهية المسيح ابن مريم. وههنا وان كان ظاهرا ابطال القول من قال:ان الله هو المسيح ابن مريم ولكن ماذكر من الدليل في ابطال هذاالقول يجرى في مقابلة كل منكر للتوحيد ففيه ردلكل منكر للتوحيد وابطال لمسلكهم.هذامفهوم ماقاله حكيم الامة التهانوى في تفسيره

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۷ **قل فمن يملک من الله شيئا ان اراد ان يهلک المسيح ابن مريم وامه** کے تحت بحر محیط کے حوالے سے کرامیہ کی تردید فرماتے ہیں:

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کی والدہ محترمہ حضرت مریم میں حوادث کا حلول ہونا ثابت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ حوادث کے حلول سے پاک ہے،لہٰذا ان دونوں یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کا معبود ہونا ممکن نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حوادث کے حلول کے محل بھی نہیں ہیں ان امور کے پیش نظر کرامیہ کی تردید ہورہی ہے، اس میں ہر منکر توحید کا رد ہورہا ہے۔

یہ تقریر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی اپنی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے۔

اہل ہنود کے عقیدہ تناسخ کی تردید

قولہ تعالٰی: ولا یدخلون الجنة حتٰی یلج الجمل فی سم الخیاط فیه جواز فرض المحال والتعلیق علیه کمایقع کثیر اللفقهاء

قال الرازی: القائلون بالتناسخ احتجوا بهٰذه الأیة فقالوا: ان الارواح التی کانت فی اجساد البشر لما عصمت واذنبت فانها بعد موت الابدان ترد من بدن الٰی بدن ولا تزال تبقی فی التعذیب حتٰی انها تنتقل من بدن الجمل الی بدن الدودة التی تنفذ فی سم الخیاط فحینئذ تصیر مطهرة عن تلک الذنوب والمعاصی وحینئذ تدخل الجنة وتصل الی السعادة. واعلم ان القول بالتناسخ باطل وهذاالاستدلال ضعیف

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴۰ **ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط** کے تحت حضرت مفتی صاحب نے فرض محال کا جواز اور تعلیق محال کے عنوان سے اہم اصول کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے اہل ہنود کی تردید بھی ہورہی ہے۔

عنوان تو صرف یہ ظاہر کررہا ہے کہ محال چیز کو فرض کرنا اور اس کے ساتھ کسی کام کو معلق کرنا جائز ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں فقہاء نے اس کی امثلہ بیان فرمائی ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ:

عقیدہ تناسخ کے قائلین اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو ارواح انسانوں کے جسم میں ہوتی ہیں جب وہ معصیت یا کوئی گناہ کرتے ہیں تو وہ مرنے کے بعد ایک بدن سے دوسرے بدن میں لوٹ جاتی ہیں اور عذاب میں مبتلا رہتی ہیں حتی کہ وہ اونٹ کے بدن سے اس کیڑے کے بدن میں منتقل ہوجاتی ہیں جو سوئی کے ناکے سے گزر جاتا ہے، اس وقت وہ ارواح گناہ اور معاصی سے پاک ہوتی ہیں اور اسی وقت وہ جنت میں داخل ہوتی ہیں اور سعادت حاصل کرتی ہیں۔ خوب جان لو کہ یہ استدلال ضعیف ہے اور عقیدہ تناسخ باطل ہے۔

قادیانیت کی تردید

قوله تعالٰی: ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا اوقال اوحی الیّ ولم یوح الیه شیء

انه لااحد اظلم ممن افترىٰ على الله الكذب اوادعىٰ انه اوحى اليه.

قال الخازن قال قتادة:نزلت هذه الأية في مسيلمة الكذاب بن ثمامة وكان صاحب نيرجات وكهانة وسجع باليمن وزعم ان الله اوحى اليه وكان قدارسل الى النبى ﷺ رسولين فقال لهما رسول الله ﷺ: اتشهدان مسيلمة نبي؟قال نعم:فقال لهما النبى ﷺ:لولاان الرسل لاتقتل لضربت اعناقكما.وقتل مسيلمة الكذاب في زمن خلافة ابى بكر الصديق قتله وحشي قاتل حمزة بن عبد المطلب.وكان وحشي يقول:قتلت خيرالناس يعنى حمزة بن عبدالمطلب وقتلت شرالناس يعنى مسيلمة.

واما الاسود العنسي بالنون ادعى النبوة في آخر عهد النبى ﷺ وقتل والنبى ﷺ حي لم يمت وذلک قبل موته بيومين واخبر اصحابه بقتله وقتله فيروزالديلمى فقال النبى ﷺ:فازفيروز يعنى بقتله الاسودالعنسي.

فمن قال:ان هذه الآية من قوله تعالى:ومن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا اوقال اوحى الى ولم يوح اليه شيء"انزلت في مسيلمة الكذاب والاسودالعنسي يقول:ان هذه الأية مدنية نزلت بالمدينة وهوقول بعض علماء التفسير تقدم ذكره في اول السورة ومن قال:ان هذه الأية مكية وقال:انها نزلت في شانهما يقول:انها خبرعن غيب قد ظهر ذلک فيما بعد.والله اعلم.

قال العلماء:وقد دخل في حكم هذه الأية كل من افترىٰ على الله كذبا في ذلک الزمان وبعده لانه لايمنع خصوص السبب من عموم الحكم وقد دخل في حكم هذه الأية في زماننا المتبنى مسيلمة الفنجاب يقال له "المرزاغلام احمد"وكان من سكان قرية قاديان من مضافات كرذاسفورفي الهندوقد افترىٰ على الله كذبا وادعىٰ النبوة والمسيحية وزعم انه قد اوحى اليه وكفر وخرج عن الاسلام بعد ان كان ولد مسلما ونشاء في بيت المسلمين فصار مرتدا وقد قام علماء الهند نصرهم الله تعالى وشكرهم سعيهم في ابطال دعاويه الباطلة وعقائده الفاسدة ' وردابليغا وصنفواتصنيفات كثيرة

ورسائل عديدة في اللغة العربية والاردوية واقاموا على زعم بقاء النبوة العامة وادعائه المسيحية ومن احسن ما صنف في هذاالباب في اللغةالعربية"اقامة الطامة على زاعم بقاء النبوة العامة "لحضرة حكيم التهانوى و"عقيدة الاسلام في حيوة عيسى عليه السلام "واكفار الملحدين في شيء من ضروريات الدين " كلاهما لحجة الاسلام العلامة محمد انور شاه الكشميرى و"التصريح بماتواترفي نزول المسيح "لمفتى الانام مولانا محمد شفيع الديوبندى و"القاديانى والقايانية "لابى الحسن على الندوى طال بقائه.

وفى الاردوية "الخطاب المليح فى تحقيق المهدى والمسيح "مؤخرة الظنون عن مقدمة ابن خلدون"لحضرة حكيم الامة التهانوى ايضا"اشدالعذاب على مسيلمة الفنجاب" "زلزلة الساعة" وغيرهما" لمولانا مرتضى حسن جاندفورى "ختم النبوة فى الآثار "لحضرة المفتى محمد شفيع الديوبندى اثبت فى هذه الكتب الثلا ثة من آيات القرآنية ومن احاديث النبوية ومن آثار الصحابة والتابعين عقيدة ختم النبوة وابطل كل تاويل فاسد شهادة القرآن باعلى فداء ان المسيح رفع الى السماء لمولانا محمد ابرهيم السيالكوتى و"السيف جشتيائى "و"شمس الهداية "كلاهما للشيخ مهر على شاه الكولروى من مضافات روالبندى و"الهامات مرزا "وغيرهالمولانا ثناء الله امرتسرى ورسائل عديدة شهيرة شاعت من الخانقاه الرحمانية مونكيرى وغيرها لاتكاد ان تحصى

سورۂ انعام کی آیت نمبر۹۳ومن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا اوقال اوحى الىّ ولم يوح اليه شيء کے تحت مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اس شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہیں جس نے اللہ پر جھوٹا الزام افترا کیایا دعویٰ کیا کہ اس پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہیں آتی۔

تفسیر خازن میں فرمایا کہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب بن ثمامہ کے بارے نازل ہوئی، اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف وحی کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف اس نے دو قاصد بھیجے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے

فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مسیلمہ نبی ہے، ان دونوں نے کہا جی ہاں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **لولاان الرسل لاتقتل لضربت اعناقکما** یعنی اگر قاصدوں کے قتل کی ممانعت نہ ہوتی تو تم دونوں کی گردنیں اڑادیتا۔

مسیلمہ کذاب کو حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں وحشی رضی اللہ عنہ جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے قاتل تھے نے قتل کیا، حضرت وحشی کہتے ہیں کہ میں نے بہترین انسان یعنی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو شہید کیا اور لوگوں میں سے بدترین شخص یعنی مسیلمہ کو قتل کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور قتل کیا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی حیات تھے یہ واقعہ آپ کی وفات سے دو روز قبل ہوا، صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو اس کے قتل کی خبر دی اس کو فیروز دیلمی نے قتل کردیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز کامیاب ہوگیا، یعنی اسود عنسی کو قتل کرنے کی وجہ سے کامیاب ہوگیا۔

جن حضرات نے یہ کہا کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ان کے نزدیک اس کا مصداق مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی ہیں، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ان کے نزدیک اس کا مصداق یہ ہے کہ اس میں آئندہ پیش آنے والے اس واقعہ ارتدادکی خبر دی گئی ہے۔

علماء نے یہ بھی کہا کہ اس آیت کے تحت ہر وہ شخص داخل ہے جس نے زمانہ حال یا استقبال میں اللہ پر جھوٹ افترا کیا کیونکہ کوئی خصوصی سبب کسی عمومی حکم سے فسخ نہیں ہوتا۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ: اس آیت کے تحت ہمارے زمانہ میں متنبّی مسیلمہ پنجاب جس کو مرزا غلام احمد کہا جاتا ہے وہ بھی داخل ہے وہ ہندوستان میں گرداسپور کے مضافات میں قریہ قادیان کے باشندوں میں سے تھا، اس نے اللہ پر جھوٹ افتراء کیا، نبوت کا دعویٰ اور مسیحیت کا بھی مدعی ہوا، اس نے دعوی کیا کہ اس پر وحی آتی ہے اور کافر ہوگیا، مسلمان پیدا ہوا تھا لیکن پھر اسلام سے خارج ہوگیا، مسلمانوں کے گھر پیدا لیکن مرتد ہوگیا، علماء ہند اس کے باطل دعوؤں کی تردید وابطال کیلئے کمربستہ ہوگئے، اس کی تردید میں بہت سی کتب تالیف فرمائیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

عربی کتب

''اکفار الملحدین فی شیء من ضروریات الدین''	علامہ انور شاہ کشمیری
''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسٰی علیہ السلام''	علامہ انور شاہ کشمیری
''التصریح بماتواترفی نزول المسیح''	مفتی محمد شفیع صاحب
''اقامۃ الطامۃ علی زاعم بقاء النبوۃ العامۃ''	مولانا اشرف علی تھانوی
''القادیانی والقادیانیۃ''	مولانا ابوالحسن علی ندوی

اردو کتب

''الخطاب المملیح فی تحقیق المہدی والمسیح''	مولانا اشرف علی تھانوی
''موخرۃ الظنون عن مقدمۃ ابن خلدون''	مولانا اشرف علی تھانوی
''الشہد الضراب علی مسیلمۃ البنجاب''	مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری
''زلزلۃ الساعۃ''	مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری
''ختم نبوت فی القرآن''	مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی
''ختم نبوت فی الاحادیث''	مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی
''ختم نبوت فی الآثار''	مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی
''شہادۃ القرآن باعلی فداء ان المسیح رفع الی السماء''	مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی
''سیف چشتیائی''	شیخ مہر علی شاہ گولڑوی
''شمس الہدیٰ''	شیخ مہر علی شاہ گولڑوی
''الہامات مرزا''	مولانا ثناء اللہ امرتسری

ان کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کی بھی تردید فرمائی اوران کے باطل استدلالات کا محققانہ جواب دیا ہے جبکہ زیرنظر مقالہ میں بطور نمونہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

(جاری)

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲۲ رشوال المکرّم :حضرت صدر مدظلہم نے مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا میں بعد ظہر افتتاح کے موقع پر بیان کیا اور بعد المغرب دراسات دینیہ کی افتتاحی تقریب سے مسجد میں بیان کیا۔

۲۳ رشوال المکرّم :خانکی موڑ کے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ میں بعد ظہر افتتاح بخاری شریف کی تقریب سے بیان کیا بعد عصر مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا اور مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکز سندر میں بعد مغرب تعلیمی افتتاح کرایا اور بیان کیا۔

۲۴ رشوال المکرّم : مدرسہ خدام اہل سنت کرم آباد لاہور میں متخصص کے طلبہ کی تعلیم کا افتتاح کرایا اور بعد ظہر معہد ترمذی میں درجہ کتب کے طلبہ کو اصول الشاشی کا سبق پڑھا کر تعلیم کا افتتاح کرایا اور دعا کرائی۔

۲۵ رشوال المکرّم : مدرسہ اسلامیہ حنفیہ شاہ مکڈر میں بخاری شریف کے افتتاح کے موقع پر بعد عشاء جلسہ عام سے خطاب کیا۔

۲۶ رشوال المکرّم : حضرت مفتی شیر محمد صاحب علوی مدظلہم نے بعد الفجر جامع مسجد عثمانیہ ساہیوال سرگودھا میں درس قرآن دیا اور دس بجے جامعہ کے طلبہ سے خطاب عام فرمایا اور انہیں بڑی قیمتی نصائح فرما کر دعا کرائی۔

۲۷ رشوال المکرّم : محلہ مصطفٰے آباد ساہیوال میں جامعہ حقانیہ کی شاخ مدرسہ عائشہ للبنات میں زاد الطالبین، ریاض الصالحین کے سبق سے تعلیم کا آغاز ہوا اس موقع پر بیان اور دعا کرائی۔

۲۵ رتا ۲۷ رشوال جامعہ حقانیہ میں جناب مولانا حبیب اللہ صاحب ناظم تعلیمات مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا نے حج پر جانے والے حضرات اور خواتین کو حج وعمرہ کی تربیت دی۔

۲۹ رشوال المکرّم : درجہ تخصص فی الفقہ کے طلبہ کو عقود کا سبق پڑھا کران کی با قاعدہ تعلیم کا آغاز کرادیا گیا۔

۲ رذی قعدہ :حضرت صدر مدظلہم بلوکی لاہور تشریف لے گئے جہاں جناب حافظ عبدالوحید ثناء صاحب کے مدرسہ میں تعلیم کا آغاز زادالطالبین کی ایک حدیث پڑھا کر کیا اور بیان فرمایا۔

۳ رذی قعدہ :حضرت صدر مدظلہم نے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات مبارے خان میں بخاری شریف کی پہلی حدیث پاک پر درس دیا۔

۴ رذی قعدہ :حضرت مدظلہم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد تشریف لے گئے جہاں افتتاح بخاری شریف کے موقع پر بیان فرمایا۔

۶ رذی قعدہ :حضرت صدر مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ کے موقع پر بیان فرمایا بعد عصر ہفتہ وار درس جامعہ حقانیہ میں ارشاد فرمایا۔

۷ رذی قعدہ :حضرت صدر مدظلہم نے مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی میں جلسہ سے دو گھنٹہ مفصل بیان فرمایا۔

۸ رذی قعدہ :حضرت مدظلہم سرگودھا تشریف لے گئے بعد عشاء مسجد عائشہ صدیقہ منظور ٹاؤن میں ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔

۱۳ رذی قعدہ : حضرت مدظلہم ہرن پور تحصیل پنڈ دادنخان تشریف لے گئے جمعہ کے موقع پر بیان فرمایا۔

۱۲ رذی قعدہ :حضرت مدظلہم سلانوالی تشریف لے گئے بعد نماز عشاء جامع مسجد عمر میں ماہانہ درس ارشاد فرمایا۔

فہیم ترمذی

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرف بھی روشنی کی اک نظر خیر البشر
دل ہوا تاریک سے تاریک تر خیر البشر

حرص نے یوں ذہن پر کامل تسلط پالیا
مردنی سی چھا گئی افکار پر خیر البشر

سسکیاں، آہیں، تمنائیں، مصائب، اضطراب
کب تھمے گا جانے اشکوں کا سفر خیر البشر

آپ کی عزت کی خاطر بھی جو کٹ سکتا نہیں
ہو نہیں سکتا کسی مسلم کا سر خیر البشر

دل محمد کی صدا دے سانس صلی اللہ کی
میری خواہش ہے نہایت مختصر خیر البشر

آپ کی عظمت، محبت اور اطاعت ہے حیات
ورنہ ساری زندگی ہے بے ثمر خیر البشر

آپ کی توصیف وثنا کا حق ادا ہو کیا فہیم؟
سر بسر خیر الوریٰ ہیں، سر بسر خیر البشر

فہیم ترمذی

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرف بھی روشنی کی اک نظر خیر البشر
دل ہوا تاریک سے تاریک تر خیر البشر

حرص نے یوں ذہن پر کامل تسلط پالیا
مردنی سی چھا گئی افکار پر خیر البشر

سسکیاں، آہیں، تمنائیں، مصائب، اضطراب
کب تھمے گا جانے اشکوں کا سفر خیر البشر

آپ کی عزت کی خاطر بھی جو کٹ سکتا نہیں
ہو نہیں سکتا کسی مسلم کا سر خیر البشر

دل محمد کی صدا دے سانس صلی اللہ کی
میری خواہش ہے نہایت مختصر خیر البشر

آپ کی عظمت، محبت اور اطاعت ہے حیات
ورنہ ساری زندگی ہے بے ثمر خیر البشر

آپ کی توصیف وثنا کا حق ادا ہو کیا فہیم؟
سر بسر خیر الوریٰ ہیں، سر بسر خیر البشر